دائرۃ المعارف

یعنے

معارف اعظم گڈھ

کی

پچیسوین [25] جلد

از

جنوری سنہ ۱۹۳۰ء تا جون سنہ ۱۹۳۰ء

مرتبۂ

سید سلیمان ندوی

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ

فہرست مضمون نگاران معارف

جلد بست و پنجم (۲۵) جنوری ۱۹۳۰ء تا جون ۱۹۳۰ء

(بہ ترتیب حروفِ تہجی)

فہرست مضامین

(جلد بست و پنجم جنوری سنہ ۱۹۳۰ء تا جون سنہ ۱۹۳۰ء)

جلد بست و پنجم ۲۵ | ماہ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء | عدد ۱

مضامین

شذرات

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

جس طرح ہمارا پرانا سال ایک بڑے قومی حادثہ پر یعنی پرانی تعلیم کے ایک بہترین نمونہ (مولانا حبیب الرحمان صاحب عثمانی دیوبندی) کے دائمی فقدان پر ہوا، اسی طرح ہمارے نئے سال کا آغاز بھی ایک بڑے قومی حادثہ یعنی نئی تعلیم کے ایک بہترین نمونہ (مولوی مظہر الحق صاحب بیرسٹر پٹینہ) کی دائمی جدائی سے ہوا، مولوی مظہر الحق صاحب مرحوم کی قومی و سیاسی حیثیت تو الگ ہے، اُنکی اخلاقی اور علمی حیثیت بھی کچھ کم قابلِ ذکر نہین ہے، وہ فارسی سے واقف، عربی سے آشنا، انگریزی کے ادیب و خطیب اور فلسفہ کے نہایت دقیقہ رس طالب العلم تھے، اُن کے علمی کارنامون کا آغاز مولانا فانی کی بحث سے ہوا، انیس بٹنہ، اور وقت گورکھپور اُن کے ابتدائی علمی مباحث کے جولانگاہ تھے، اُن کی سب آخری علمی تحریر غالبًا وہ ہے جو ابھی ابھی پونہ سے شائع ہونے والی انگریزی کی کتاب تصوف و روحانیات پر مقدمہ ہے، وہ نسبًا فاروقی تھے، اس لیے اُن کی اخلاقی قوت و جرأت کیا سلطنت اور کیا قوم دونون کے مقابلہ مین برابر تھی، جسکو حق سمجھتے تھے اُس کے اظہار مین نہ اُن کو سلطنت کی پروا ہوتی تھی، اور نہ قوم کی، اُن کا یورپین طرزِ معاشرت کو الوداع کہکر دفعۃً مشرقی اور غالی مشرقی بن جانا اُن کی بے مثال اخلاقی جرأت کا نمونہ ہے، مرحوم کی آخری عمر روح و روحانیات کی تحقیق مین صرف ہوئی، خدا اُن کی روح کو اپنی مغفرت کی لازوال دولت سے مالا مال کرے، کہ اب وہ وہان پہنچ چکی ہے، جہان کے کشفِ راز کے لیے وہ بیقرار تھی،

سال گذشتہ کی طرف سے اس مہینہ جو نئی کتابین چھپکر تیار ہو رہی ہین، اُن مین مقدمۂ رقعات عالمگیری، رقعات عالمگیری جلد اوّل کے علاوہ جس تیسری کتاب کا ذکر ہم نے دسمبر مین کیا تھا، اُس کا نام اب الجہاد فی الاسلام ہے، اُسکے مؤلف مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی ہین، تقریبًا ..۵ صفحون مین یہ کتاب تمام ہوئی

ہے، اسمین اسلامی جہاد کے اصول و مسائل، معترضین کے جوابات، مخالفین کے شکوک و شبہات کی تردید، یہودیون، عیسائیون، ہندؤون اور بودھون کے اصول سے اُن کا مقابلہ اور یورپ کے موجودہ قوانینِ جنگ پر تبصرہ، اور جہاد کے اسلامی قوانین سے اُن کا موازنہ ہے، عربی اور انگریزی کی بہترین مستند کتابون کے حوالون سے یہ لکھی گئی ہے، خیال ہے کہ اس ضروری مسئلہ پر اس سے زیادہ مدلّل، مبرہن، اور مبسوط کتاب اب تک نہین لکھی گئی،

سنن کبریٰ بیہقی کا جو سلسلہ دائرۃ المعارف حیدرآباد مین زیر طبع ہے اب اسکی تیسری جلد چھپکر شائع ہوئی ہے، اس کی بقیہ جلدون کی تصحیح و مقابلہ کے لیے دائرہ کی طرف سے مولوی سید ہاشم صاحب ندوی اور مولوی احمد اللہ صاحب ندوی رامپور مین مہینون سے مقیم تھے، اور ریاست کے سرکاری کتبخانہ کے نسخہ سے مسودہ کا مقابلہ کر رہے تھے، ہمین امید ہے کہ سنن کی تصحیح و مقابلہ مین ہمارے یہ نوجوان فضلاء پوری ہمت اور مستعدی سے کام لین گے، اور نسخون کے اختلافات کے ضبط مین بھی پوری محنت کرینگے، اُن کے اس کام کی قدر اہل نظر کی نگاہون مین کسی مستقل تصنیف سے ہرگز کم نہ ہوگی،

دائرہ کی طرف سے مدت ہوئی کہ امام طحاوی کی مشکل الآثار چار جلدون مین چھپکر شائع ہوئی تھی اب حال مین حافظ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ کے جو ذیل ابو المحاسن دمشقی اور حافظ سیوطی کی تصنیف سے چھپے ہین اُن کے ناشر نے ایک تعلیق مین لکھا ہے، کہ مشکل الآثار طحاوی کا مطبوعہ نسخہ ناتمام ہے، اصل نسخہ سات جلدون مین قسطنطنیہ کے کتب خانہ شیخ الاسلام فیض اللہ (قریب مسجد الفاتح) مین مشکل الحدیث کے نام سے موجود ہے، اور ابن السائق کا مقابلہ کردہ پورا قلمی نسخہ ہے، ضرورت ہے کہ اس واقعہ کی اچھی طرح تحقیق کیجائے، اور اگر یہ تعلیق صحیح ہو تو مطبوعہ نسخہ کی پوری تکمیل کیجائے،

نواب مسعود جنگ سید راس مسعود صاحب کی کوششون سے مسلم یونیورسٹی مین جو ترقیان ہو رہی ہین، ان مین ایک قابلِ ذکر چیز مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر **کرنگو** کا عربی پروفیسری کے لیے انتخاب ہے، وہ موجودہ

تمام یورپین مستشرقین مین اسلام اور مسلمانون سے زیادہ محبت رکھتے ہین، بلکہ کبھی کبھی ان کو مسلمان بھی سمجھ لیا جاتا تھا، نواب **عماد الملک** مرحوم ان کے سب سے بڑے مربی اور قدردان تھے، اور انھین کی وساطت سے ہماری ان کی معرفت ہے، اور انھین کے اشارہ سے تقریباً آٹھ برس سے وہ برابر دائرۃ المعارف حیدرآباد کی کتابون کی تصحیح و مقابلہ مین حصہ لے رہے ہین، الجمہرۃ العرب کی تصحیح مین ان کا ہاتھ شامل تھا، ابن ہیثم کی کتاب المرایا والمناظر کی بھی وہی تصحیح کر رہے تھے، دمشق کی مشہور المجمع العلمی العربی کے وہ رکن رکین ہین، اور وہ اہمین مضامین لکھا کرتے ہین، نسلاً جرمن ہین، مگر مدت سے انگلستان ہی مین مقیم تھے، اور یہین بیٹھکر وہ اپنے علمی کام انجام دیتے تھے، ہالینڈ کی یونیورسٹی نے ان کو ڈاکٹر کی ڈگری دی ہے، ہمین امید ہے کہ مسلم یونیورسٹی اور ہندستان مین یہی علمی ناموری اور اخلاقی ہر دلعزیزی حاصل کرینگے جو ڈاکٹر یوسف ہارویز کو حاصل ہوئی تھی،

لاہور کے چند نوجوان مسلمان اہل علم اور فضلا نے مل کر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے نام سے ایک علمی مجلس قائم کی ہے، جس کے زیر اہتمام مختلف اہم اسلامی تاریخی مباحث پر مضامین پڑھے اور خطبے سنائے جاتے ہین، اب تک اس قسم کے متعدد مضامین اور خطبے اسکی مجلس مین پڑھے اور سنائے جا چکے ہین، اب مجلس نے سید نجیب اشرف صاحب ندوی ایم اے رفیقِ دارالمصنفین کو عالمگیر پر تقریر کرنے کے لیے دعوت دی ہے، اور نوجوان طلبہ کو اپنے گذشتہ اکابر کے حالات سے واقفیت کے لیے یہ طے کیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و سیرت کے مختلف پہلوؤن پر چھ لکچر دیے جائین جن کیلئے حسب ذیل خطیبون کا انتخاب ہوا ہے:

۱- شبلی کے سوانح و حالات و اخلاق — سید سلیمان ندوی،
۲- شبلی بحیثیت مورخ و سوانح نگار — "
۳- شبلی بحیثیت مصنف — میان بشیر احمد صاحب بی اے، بیرسٹر، لاہور،
۴- شبلی بحیثیت نقاد — پروفیسر محمد دین صاحب تاثیر، ایم اے، لاہور
۵- شبلی بحیثیت شاعر — پروفیسر صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ایم اے، لاہور
۶- شبلی بحیثیت سیاسی مفکر — مولوی چراغ حسن صاحب حسرت، اڈیٹر روزنامہ انصاف لاہور،

دارالمصنفین کے سلسلہ تعمیرات کے لیے جس چندہ کی ہم نے اپیل کی تھی، اب تک اس مد مین ہم کو تقریباً دو ہزار کی رقم نقد وصول ہوئی ہے، جن مین سے حسب ذیل نام خاص طور سے ذکر کے قابل ہین،

۱- نواب سر احمد سعید خان بہادر آف چھتاری ماصہ (۳) جناب سلیمان صاحب تاجر سنگاپور سار
۲- سیٹھ جمال محمد صاحب - مدراس. صما (سو روپیہ ماہوار ایک ہزار تک)

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی کا ایک ہزار کا وعدہ بھی نقد ہی سمجھنا چاہیے، ساتھ ہی ان کے ذریعہ سے ایک فیاض صاحبِ خیر کا تعمیرِ مسجد کا وعدہ بھی ان کے دارالمصنفین کی آمد پر موقوف ہے،

حیدرآباد کے موجودہ علم دوست اکابر مین نواب محمد یار جنگ بہادر کی ذات بھی بسا غنیمت ہے، موصوف کو دارالمصنفین سے بڑی ہمدردی ہے، ہماری امدادی اپیل پر انھون نے خاص توجہ فرمائی، اور اپنی مخلصانہ کوشش سے حیدرآباد کے اکثر اکابر سے جنمین نواب سر حیدری، نواب مہدی یار جنگ، نواب نظامت جنگ، نواب اکبر یار جنگ، نواب فخر یار جنگ، نواب امین جنگ، نواب ناظر یار جنگ، نواب مرزا یار جنگ، نواب رفعت یار جنگ، اور دوسرے اکابر ہین، نے سو پچاس پچیس روپے لیکر آٹھ سو روپیہ کی پہلی قسط، نواب صدر یار جنگ صدر نشین دارالمصنفین کے ذریعہ عنایت فرمائی ہے، مگر دارالمصنفین کی "جہنم" سے اب بھی هل من مزید کی جو صدا برابر بلند ہو رہی ہے، کیا ممدوح اسکو سن رہے ہین؟

علم کلام مین قدما کی قابلِ قدر کتابون مین سے ایک اور نئی کتاب العواصم من القواصم، قسطنطینیہ واقع الجزائر مین چھپی ہے، یہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن العربی مالکی کی تصنیف ہے، جنکا زمانہ سنہ ۴۶۸ھ سے سنہ ۵۴۳ھ تک ہے، اور جنکی کتاب احکام القرآن چھپ چکی ہے، العواصم من القواصم مین فلاسفہ، سوفسطائیہ، طبیعیین، الہیین، باطنیہ، حلولیہ، غالی صوفیہ، اور ظاہریہ کے خیالات و عقائد کی تردید و تغلیط اور انکی جگہ صحیح اسلامی عقائد و مسائل کا مدلل ثبوت ہے، اس کتاب کا نسخہ تونس کے جامع زیتونہ مین تھا جو سنہ ۶۵۵ھ کا لکھا ہوا اندلسی عربی خط مین تھا، دو جلدین چھپی ہین، مسلمانون نے فلسفہ یونان

کی جو تنقید و تصحیح کی ہے اُس کا اندازہ اسی قسم کی کتابون سے ہو سکتا ہے،

اعلیحضرت نادر خان خواہ افغانستان کے جائز بادشاہ ہون یا نہ ہون، مگر اسمین شک نہین کہ افغانستان کو جس قسم کے معتدل مصلح کی اس وقت ضرورت ہے اُسکو نادر خان کی شخصیت یقیناً پوری کریگی، وہ تجدید و انقلاب کی تندرَوی حمایت کیساتھ یہ بھی جانتے ہین کہ ہر پرانی چیز قابلِ ترک، اور ہر نئی چیز قابلِ اخذ نہین ہے، وہ یہ بھی جانتے ہین کہ صرف ہیٹ پہننے سے ہیٹ کے نیچے کا دماغ نہین بدل جاتا، اس لیے سر و سینہ کی پوشاک بدلنے کی ضرورت نہین، بلکہ دماغ و دل کے بدلنے کی ضرورت ہے، علماء کی حالت ان کے قید و قتل و جلا وطنی سے درست نہین ہو سکتی، بلکہ مذہبی مدارس کی اصلاح و ترمیم سے ہو سکتی ہے،

اس سلسلہ مین یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائیگی کہ اعلیحضرت نادر خان نے افغانستان مین ایک مجلس العلماء کے قیام کا فرمان جاری کیا ہے، جسمین قندھار، ہرات، مزار شریف، قطغن و بدخشان، ولایت کابل فراہ، ہمنہ اور سمت مشرقی کے ممتاز علماء مین سے ایک ایک دو دو ممبر منتخب کئے جائینگے، یہ مجلس شریعت کے احیار، حفاظت و ترقی، اور افغانون کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف تجویزون پر غور کرے گی، یہ وقت ہے کہ افغانستان کے علماء ہوش و فہم سے کام لین اور سمجھین کہ اسلام اور مسلمان قومون کی درستی و اصلاح و ترقی کے لیے اُن کو کیا کیا کرنا ہے، اور یہ یاد کرین کہ جس طرح توپ کے منھ پر رکھکر اوڑا دینے سے علماء کی اصلاح نہین ہو سکتی، اسی طرح اُن کی تکفیر کے توپخانہ سے امت کی اصلاح نہین ہو سکتی،

اس سلسلہ مین ہم کو بعض تلخ حقیقتون کا بھی اعتراف کرنا ہے، کہ علماء کی جماعت مین ایسے افراد تمام دوسری جماعتون کے افراد سے زیادہ ہین جنھون نے محض اپنے طرۂ دستار کی بلندی کو اپنے وقار و عظمت کا معیار ٹھہرا لیا ہے

وہ نیچے سے لیکر اونچے تک ہر ایک سے اس کے متوقع ہین کہ وہ اُنکی محض اُن کے علم کی خاطر تعظیم کرے، حالانکہ علم بلا عمل نہ دین مین عزت کی چیز ہے، اور نہ دنیا مین، ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے، اور ہوتا رہیگا کہ جو مخدوم بنا ہے، وہ پہلے خادم ہوا ہے، پرانا مقولہ ہے،

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

علماء اگر مخدوم بننا چاہتے ہین، تو پہلے ان کو خلوصِ دل کے ساتھ امت کا خادم بننا چاہیے، تعلیم کی اشاعت، علم کی خدمت، دین کی تبلیغ، اخلاق کی تعلیم، عوام کی مدد، بگڑون کو بنانا، گرتون کو سنبھالنا، غریبون کی تسلی، امیرون کی درستی، گمراہون کی رہنمائی، اور بیکسون کی دستگیری، ان کا فرض ہو، اپنا کھانا نہین، بلکہ بھوکون کا کھلانا، اپنا پہننا نہین، بلکہ ننگون کو پہنانا، اپنی فکر نہین، بلکہ دوسرون کا غم، اُن کے ہر روز کا کام ہو، یہ ہے دین و دنیا مین انکے وقار و عظمت کا اصلی معیار،

شبان وادیٔ ایمن گہے رسد بمراد   کہ چند سال بجاں خدمت شعیب کند

ہم کو سوچنا چاہیئے کہ ہم نے مسلمانون کی کتنی تعلیم گاہین بنائین، کتنے شفاخانے قائم کرائے، کتنی مسجدین آباد کرائین، کتنے شرابیون کو پرہیزگار اور کتنے بدکارون کو نکوکار بنایا، کتنے غریبون کی امداد کی، کتنے امیرون کو انکی غلط کاریون پر ٹوکا، کتنے بیمارون کی خدمت کی، کتنے گمراہون کی ہدایت کی، کتنے مسرفون اور فضول خرچون کو معتدل اور انجام بین بنایا، اور کتنے بخیلون کو سخاوت اور فیاضی کی تعلیم دی، مسلمانون کو اس دنیا مین اور اُس دنیا مین کامیاب اور خوشحال بنانے کی کیا کوششین کین،

علماء کی ناکامیون، اور بدنامیون کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اُنھون نے اپنے، اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کا ذریعہ اپنی مولویت کو قرار دیا، اور اسی کو حصولِ رزق کا پیشہ بنایا، حالانکہ ہم سے زیادہ وہ جانتے ہین کہ علمائے سلف

نے ہمیشہ اسکو احتیاط و تقویٰ کے خلاف سمجھا، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم ہر تحریک مین اس پر نظر رکھتے ہین، کہ اس سے ہمارے اُس اعزاز و جاہ پر کیا اثر پڑیگا، جو ہمارے کسبِ زر کا ذریعہ ہے، حالانکہ اس یقین مین کوئی شک نہین کہ جہان اپنی غرض آئی، اخلاص رخصت ہوگیا، اور جہان اخلاص گیا، کامیابی کوسون دور ہوگئی،

جدید تعلیم کی غرض نہ اخلاقی ہے نہ روحانی، اور نہ اس سے اُس بلند معیار کی توقع کیجاسکتی ہو، ابھی حال مین خود انگریز حاکم اعلیٰ اور سرپی سی رائے نے اس کے نقائص پر جو تقریرین کی ہین، وہ اخبار مین طبقہ سے پوشیدہ نہین، ایسی حالت مین قوم کی اخلاقی و روحانی و تعلیمی تعمیر کے وہ نہ مخاطب ہین نہ اہل ہین، اُن کا منتہاے نظر صرف عہدہ اور منصب ہو، اور جو کچھ وہ اضطرار اً کرتے ہین، وہ صرف اسی کے لیے، مگر علماء اس حکومت مین نہ عہدہ کے اہل ہین، اور نہ منصب کے مستحق، اسلیے اگر وہ ذرا بلند ہمتی، استغنا اور اخلاص کے ساتھ کام کرین تو اُن کی دنیاوی ہر دلعزیزی کا بھی کوئی مقابلہ نہین کرسکتا،

مسرت کی بات ہے کہ دنیاے عرب کی منجمد سطح مین بھی حرکت نمایان ہے، عراق کے المرشد کے بعد اب شام کے شہر لاذقیہ سے "المرشد العربی" کے نام سے عربی مین ایک اسلامی مذہبی ماہوار رسالہ شائع ہونا شروع ہوا ہے، اس کے اڈیٹر شریف عبداللہ علوی حسینی بن شریف حسن بن فضل پاشا سابق امیر ظفار ہین، رسالہ مین اخلاقی و مذہبی مضامین جدید طرز و انداز اور موجودہ طریق و طرزِ استدلال مین معتدل، اصلاحی خیالات کے ساتھ شائع ہوتے ہین، مذہبی عقاید کی فلسفیانہ تشریح اور جدید شکوک و شبہات کا ازالہ بھی اس کا مقصد ہے، ہندوستان مین اسکی قیمت سالانہ پندرہ روپیہ ہے،

مقالات

قرآن مجید اور سائنس،

از

جناب مولوی عبد الوحید صاحب، ناظم اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ، لاہور

مولوی عبد الوحید صاحب ایک روشن دل اور روشن خیال فاضل ہین، پچھلے سال اورینٹل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ لاہور مین اُنھون نے یہ مضمون خطبہ کے طور پر انگریزی مین پڑھا تھا، اور نہایت پسند کیا گیا تھا، ہماری فرمایش پر انھون نے یہ انگریزی مضمون اس غرض سے ہمارے پاس بھیجا تھا کہ اسکا ترجمہ معارف مین شائع ہو، بر وقت ترجمہ نہ ہونے کے سبب سے یہ کئی مہینے پڑا رہا، آخر ہمارے ایک کرم فرما مولوی ضیاء الرحمان صاحب بی اے نے اس کا اردو مین ترجمہ کیا، جو آج آپکے سامنے پیش ہی،

مضمون نگار کا مقصد یہ ہے کہ قرآن پاک نے حقائقِ اشیاء کی تلاش، معرفت، اور اُن سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کا سبق دیا، قرآن پاک کی یہی تعلیم تھی جس نے اگلے مسلمانون کو علوم و فنون کی تحصیل، تحقیق اور ترقی کا شوق پیدا کیا، اور مسلمانون کی یہی تحقیقات تھین جنپر یورپ نے اپنی نئی تحقیقات کی بنیاد رکھی،

مضمون چونکہ انگریزی مین تھا، اس لیے قرآن مجید کی اصل آیتون کے بجاے صرف ترجمہ پر قناعت کیگئی، اور ہم بھی تطویل کے خوف سے اصل آیتین نہین لکھتے، اور ترجمہ پر اکتفا کرتے ہین،

"معارف"

قدرت کے مناظر و ماحول اور ان کے آپس کے مرتب و منظم تعلق کے علم کا نام سائنس ہے، سائنس کا مقصد یہ ہے کہ وہ موجودات کے وجود کی جیسا کہ ہم اپنے قوا و حسیات سے محسوس کرتے ہین عقلی توضیح کر دے،

اس راہ مین سب سے پہلا قدم حالات و اشیاء کا مشاہدہ ہے جس سے ان کی تقسیم اور مجموعی شکل واضح ہو جائے، انسانی تخیل اس کے بعد اپنے مشاہدات کی بنا پر دعوے مرتب کر لیتا ہے جو غور و فکر اور تجربہ کے بعد قانون قدرت کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے، میرا مقصد اس مضمون سے یہی ظاہر کرنا ہے کہ تاریخ مین سب سے پہلے اسلام کی مقدس کتاب نے مشاہدہ اور تجربہ کا اصرار کر کے انسانی دماغ مین علمی روح پھونکی اور اس طرح موجودہ سائنس کی بنا ڈالی،

موجودہ سائنس کی ابتدا | موجودہ سائنس یونانی علوم اور چودھوین صدی کے زمانہ تجدید کا نتیجہ اور یونانی ادبیات کی دوبارہ ترویج اس کا اصل منبع قرار دیجاتی ہے، لیکن سائنس کی تاریخ کے گہرے مطالعہ سے ان خیالات کی قطعی طور پر تردید ہوتی ہے،

یونانی علوم کے دو مختلف حصے ہین (۱) ایتھنس کے علوم اور (۲) اسکندریہ کے تحقیقات و انکشافات جہان تک ایتھنس کے علماء کا تعلق ہے ان کی دماغی کیفیت کا حال ایچ۔ جی۔ ویلس کے الفاظ مین حسب ذیل ہے:-

"یونانیون کا دماغ علم کی کمی سے اس درجہ متاثر تھا کہ ہم آج اس کا اندازہ بھی نہین کر سکتے، ان کو انسان کی گذشتہ تاریخ کا مطلق علم نہ تھا، بحر روم اور ایرانی سرحد سے آگے وہ جغرافیہ سے بالکل نابلد تھے، علوم نجوم مین انکی معلومات نہایت ابتدائی اور محض قیاس پر مبنی تھی، اقلیدس کی پہلی کتاب کی سینتالیسوین شکل کے متعلق ان کا خیال تھا کہ انسانی دماغ کا انتہائی کارنامہ ہے، عملی تجربات کے لیے ان کے پاس آلات مطلق نہ تھے، وقت کی معمولی تقسیم اور ہر حصہ اور وقفہ کی پیمائش کا کوئی ذریعہ نہ تھا، اعداد و ہندسہ بھی ٹھیک نہ تھے، وزن کے لیے میزان بھی صحیح نہ تھی، اور دوربین و خوردبین کا ابتدائی خاکہ بھی ان کے ذہن مین نہ تھا،

علوم یونانی کے اسکندریہ والے حصہ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ میوزیم مین نہایت معقول کام ہوا، لیکن یہ شمع علم ایک صدی کے اندر ہی بجھ گئی، علوم و فنون اسکندریہ سے رخصت ہو گئے، اور وہان صرف اپنے علم و فضل پر بیجا فخر کرنے والے رہ گئے،

بطلیموس اول (جس نے علمی عجائب خانہ کی بنا ڈالی تھی) نے ایک عبادت گاہ بنائی جس مین تثلیث یعنی دیوتا سیراپس، دیوی آئسس اور ان کے بچہ ہورس کی پرستش نہایت خلوص سے ہوتی تھی، جوپیٹر، سیراپس اور آئسس کی عبادت اور عبادت گاہین اسکندریہ سے تمام مہذب دنیا مین پھیل گئین، اس طرح اسکندریہ کی تہذیب نے قرین عقل خیالات کی اشاعت کی بجائے نہایت گہرے توہمات آنے والی نسلون مین رائج کر دیے، جس کو ہر شخص بے شمار بتون اور دیوتاؤن کی زبردست حکومت اور دنیاوی معاملات پر ان کے اثر کو دیکھکر محسوس کر سکتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جبتک کثرت کا عقیدہ فنا نہ کر دیا جائے انسانی دماغ مین معقول اور قرین عقل خیالات پیدا ہو ہی نہین سکتے، جب تک انسان کا عقیدہ ہے کہ ہر حیوان و شجر روح کا آماجگاہ ہے اس وقت تک کسی جسم یا اس کے گردوپیش کی تبدیلیون کو صحیح طور پر سمجھنا ناممکن ہے، لہذا اسکندریہ کی تہذیب نے دنیا کی دماغی ترقی کو سخت نقصان پہنچایا،

نہ صرف یونانی بلکہ تمام قدیم علوم عملی تحقیق و تجربہ سے معرا تھے، ہر جگہ مشاہدہ کے فرق اور [illegible] کی اجتماعی تحقیقات اور ان کے نتائج کے حصول کی بڑی ضرورت تھی، اسی لیے قدما اصول قائم کرنے مین کامیاب نہ ہو سکے، معیاری کو موجودات سے نہ کوئی لگاؤ تھا اور نہ مناسبت، مادہ پرست کا رجحان پہلی ہی کیفیت پر جو اس کے سامنے آئے قانع ہو جاتا رہا، بجائے اس کے کہ وہ مسئلہ کی تہ تک پہنچے اور تحقیقات کرنے کی کوشش کرے،

ارسطو | اب ہمین یونان کے سب سے بڑے حکیم ارسطو کا حال اور اس کے تصنیفات پر غور کرنا ہے، اس سلسلہ مین مین یونان کے اس سب سے بڑے عالم اور متقدمین کی عظیم الشان ہستی کے علمی کارنامون کی حقیقت آشکار کرنے کی کوشش کرونگا، تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ سب غیر منظم تھے کیونکہ ان کی بنیاد مشاہدہ اور تجربہ پر نہ تھی جس سے یہ بات ظاہر ہو جائیگی، کہ خود یونانی علوم درحقیقت منظم و مرتب نہ تھے،

سب سے اول مین تسلیم کرتا ہون کہ ارسطو نے ہر مسئلہ پر جو اس زمانہ مین انسانی دماغ کے پیش نظر ہو سکتا تھا رائے زنی کی ہے، وہ دنیائے قدیم کا محترم بالشان حکیم تھا اور اس نے علوم کے یکجا کرنے اور ترتیب دینے مین نیز ایک حیرت انگیز طریقہ استدلال پیش کرنے مین وہ کام کیا ہے جو کسی ایک شخص سے آج تک ممکن نہ ہوا، اس نے سائنس کے ہر شعبہ مثلاً

منطق، ہیئت، حیوانات، معدنیات، طبیعیات، سیاسیات، مابعد الطبیعیات، جمالیات، اخلاقیات وغیرہ پر لکھا ہے، اور ہر شعبہ مین امام کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی ایک ہی تصنیف بقول ڈوران "عہد وسطے کا سنگ بنیاد بنگئی، اور فلسفہ قدیم (جو اگرچہ گنجلک اور مبہم اصولون سے بیکار ہوگیا) بنا قرار پائی جس نے یورپ کے ابتدائی عہد مین انسان کو فکر و استدلال کا طریقہ سکھایا اور موجودہ سائنس کے اصطلاحات تیار کرائے، تاہم ارسطو کی سائنس غیر منظم تھی کیونکہ وہ مشاہدہ یا تجربہ پر مبنی نہ تھی، ڈوران کا خیال ہے کہ "سائنس کی ترکیب اُس وقت تک قرار نہ پائی تھی"، ارسطو کی حقیقی عظمت واقعات کے جمع کرنے اور ان کے تجزیہ مین مضمر ہے جو درحقیقت لاثانی ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اُس نے کبھی تجربہ کی جانب التفات نہین کیا جس سے اس کے نتائج کی جانچ ہو سکتی، اُس کی حکومت علمی دنیا پر اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ "نئے آلات، مجتمع مشاہدات اور مسلسل تجربات نے سائنس کو دوسری زندگی نہ بخشی"

ارسطو کی علمی روح کے فقدان نے اس کے نظریات کو مشاہدات کا بے ترتیب ڈھیر بنا کر چھوڑ دیا ہے، اس کا خیال تھا کہ مرد کے دانت عورت سے زیادہ ہوتے ہین اور دونون طرف آٹھ آٹھ پسلیان ہین، اس نے یہ بھی لکھدیا تھا کہ اجسام اپنے وزن کے لحاظ سے زمین پر گرنے مین دیر لگاتے ہین، درحقیقت "یونانی دماغ فلسفیانہ واقع ہوا ہے اور وہ موجودات کی طرف ملتفت نہین ہوتا" یونان کے اس بڑے حکیم کو کبھی یہ بات نہ سوجھی کہ عورت کے دانت شمار کیے جا سکتے ہین یا دو مختلف وزن اور دہاتون کی گیندین کسی بلندی سے زمین پر گرائی جائین تاکہ معلوم ہو کہ وہ ایک ہی وقت مین زمین پر گرتی ہین یا نہین، لوئیس کہتا ہے:-

"ایک بڑے مبصر کا لقب ارسطو کو نہین دیا جا سکتا، صرف یہی نہین بلکہ اس کا شمار علمی اصطلاح کے مطابق ممتاز مبصرون کے فہرست مین بھی نہین ہو سکتا، اس نے صحیح اور وسیع تفصیلات سے سائنس کو محروم ہی نہین رکھا جس سے تحقیق و تدقیق کی ابتدا ہوتی، بلکہ مشاہدہ کے کامیاب اور صحیح نتائج تک اس کی نگاہ پہنچ ہی نہ سکی، اس نے واقعات بہت جمع کئے لیکن کبھی ان کو پرکھنے اور جانچنے کی ہمت نہ کی"

لوئیس اس نتیجہ پر اس لیے پہنچا ہے کہ ارسطو کی نظریات کی ہر کتاب مین ایسے واقعات کا تذکرہ ہے جو کبھی صحیح

قرار نہین دیے جا سکتے، مثلاً ارسطو کہتا ہے:-

"اگر کوئی عورت لال بخار مین مبتلا ہو اور آئینہ مین اپنا چہرہ دیکھے تو ایک قسم کی خونی بھاپ آئینہ پر آجائیگی، اور اگر آئینہ نیا ہو تو بڑی دشواری سے صاف ہو سکیگی"

اسی طرح اُس کا خیال ہے کہ دماغ مین خون نہین ہوتا اور وہ کھوپڑی کے پیچھے کے حصہ تک جو خالی ہوتا ہے نہین پہنچتا، اس کا یہ بھی خیال ہے کہ خلا مین حرکت ناممکن ہے، زورک اور مار برگ یونیورسٹی کا ایک سابق پروفیسر فلسفہ کہتا ہے کہ:-

"یہ خیال نہایت عام ہو گیا ہے کہ ارسطو انسانی جسم کا بڑا ماہر تھا لیکن یہ معلوم کر کے کہ اس سلسلہ مین اس سے پہلے کیا کچھ حاصل ہو چکا تھا اور ارسطو کس طرح دوسرون کے تجربات اور معلومات کو بغیر اپنی رائے قائم کئے ہوے صحیح تسلیم کر لیتا تھا نیز یہ کہ خود اس کے اقوال کہان تک اس کے ذاتی مشاہدہ پر مبنی تھے، اس خیال پر کافی نکتہ چینی اور اعتراض ہونے شروع ہو گئے ہین، اگرچہ ابھی تک پورے طور پر ان اعتراضات کو تسلیم نہین کیا جاتا"

یہی پروفیسر پھر کہتا ہے کہ:-

"ارسطو اپنے مخالفین کو خود پیش کرتا اور اپنی زبان سے ان کے خیالات کا اظہار کرتا ہے، اگرچہ یہ خیالات صحیح طور پر پیش نہین کئے جاتے، اس کے بعد ان سے رد و قدح کرتا ہے اور اپنے معاملہ کا آپ ہی جج بنکر فیصلہ کر دیتا ہے اس طرح مباحثہ کی کامیابی نتیجہ کی جگہ حاصل کر لیتی ہے، اختلافِ آرا، تجزیہ کا کام دیتا ہے، اور یہ سب ذاتی تجربہ و مشاہدہ سے ہوتا ہے جس سے کوئی صحیح علم مرتب نہین ہو سکتا"

آرنلڈ ریانڈ کو بھی ارسطو کے یہان تجربہ کی کمی نظر آتی ہے، چنانچہ کہتا ہے:-

"ارسطو طبیعیات کو بحیثیت نظری اور ماورا لطبیعاتی دیکھتا ہے، وہ مقام و حرکت وغیرہ کے خیال پر نہایت غور و احتیاط سے بحث کرتا ہے، لیکن بیشتر مظاہرِ عالم کے مفہوم کو غلط سمجھتا ہے، اس نے ایک حد تک اپنے اختلافات سے علم طبیعیات کی ترقی کو نقصان پہنچایا ہے"

علم طبیعیات مین ارسطو کی غلطیان اپنی اہمیت اور اثر کی وجہ سے نہایت اہم ہین، نباتات مین جنس کے وجود سے انکار کر دینے کی وجہ سے ارسطو نے ایک بڑی مدت تک جنس کا وجود ظاہر نہ ہونے دیا، اس نے دل کو ذہن کا مسکن قرار دیا اس طرح دماغ کا کام صرف یہ رہ گیا کہ وہ دل کو خون کی روانی سے ٹھنڈا رکھے اور زیادہ گرم نہ ہونے دے، وہ شریان اور رگ کے صحیح فرق کو نہ سمجھ سکا، یہان پھر ارسطو کے خیالات نے خون کی گردش کے مسئلہ کو ایک مدت تک نہ ثابت ہونے دیا،

یہان فرنسس بیکن کی راے ارسطو کے متعلق معلوم کرنی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی' وہ کہتا ہے :۔

"کسی شخص کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ ارسطو کی حیوانات پر جو کتابین ہین یا اس کے مسائل اور رسائل ہین، ان مین سے کسی مین بھی تجربات بیان کئے گئے ہین، کیونکہ وہ راے پہلے ہی قائم کر لیتا تھا، اور پچھلے تجربون کا اصول و قوانین مرتب کرتے وقت خیال نہ کرتا تھا بلکہ جب وہ کوئی اصول یا طریق اپنے حسب منشا قائم کر لیتا تھا، اس وقت تجربات کو بھی توڑ موڑ کر اپنے اصول کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا تھا، اس طرح وہ اپنے طریقۂ استدلال و تحقیق مین اپنے موجودہ مقلدین سے بھی جنھون نے تجربات سے بالکل بے تعلقی پیدا کر لی ہے، زیادہ گمراہ تھا۔"

جو الفاظ راجر بیکن نے اس قدیم حکیم کے متعلق لکھے ہین ان سے ارسطو کے عالم ہونے کا مسئلہ بالکل طے ہو جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر اُسے مقدور ہو تو اس اسٹیجریہ کے باشندہ (ارسطو) کی تمام تصانیف کو جلا ڈالے کیونکہ ان کا مطالعہ صرف تضییع اوقات ہی نہین ہے بلکہ جہل کو بہت زیادہ ترقی دیتا ہے،

مذکرۂ بالا عبارت سے یہ امر کافی طور پر واضح ہو گیا کہ زمانہ قدیم کا سب سے بڑا حکیم درحقیقت کوئی سائنس دان ہی نہ تھا، سب سے پہلے ارسطو کی استادی ہی کو ختم کر دینا چاہیئے تب کہین انسان اشیاء کا مشاہدہ اور ان سے براہ راست تعلق پیدا کر سکتا ہے،

عہد وسطیٰ کے علوم | یونان کے بعد تقریبًا ایک صدی کے لیے اسکندریہ مین علوم و فنون کا بڑا چرچا رہا، لیکن اسکندریہ کے علمی اور دماغی زوال کے بعد علوم و فنون گمنامی و کس مپرسی مین مبتلا ہو گئے، عام طور پر ان کا وجود ہی ناقابل برداشت تھا

صدیون تک علوم تقریبًا ناپید رہے اور ایک ذہنی جمود تمام دنیا پر طاری رہا، انسان کو غور و فکر کی ممانعت رہی اور روایات اس کے دماغ پر مسلط کی گئین، قدرت کا ہر کرشمہ کسی نہ کسی روح سے متعلق کر دیا گیا، اشیاء کی ہر قسم ایک دیوتا کے قبضہ و اختیار مین دیدی گئی تھی، اگرچہ عیسائیت نے کثرت کے خیال کی تردید کی لیکن حضرت عیسیٰ کے حواریون نے غیر علمی عقائد کی اشاعت کر کے آزادیٔ خیال و تدبر و فکر کو قطعًا برباد کر دیا، ہر جگہ استدلال کی کمی، فکر و تدبر کا فقدان اور مشاہدہ سے گریز پایا جاتا تھا، باوجود اس کے کہ عہد وسطیٰ کی زندگی کے متعلق ڈاکٹر ہرلشلے کا نہایت اچھا خیال ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ :۔

"پانچوین صدی سے لیکر پندرھوین صدی عیسوی تک نہایت سختی کا زمانہ تھا جسمین مسلسل خون ریزی، تباہ کن مصائب، متواتر قحط، عام جہالت، نہایت رکیک و ادنیٰ توہمات، برباد کن خوف و ہراس اور نہایت سخت حیوانی خواہشات کا دور دورہ تھا" اس مصنف کے بیان کے مطابق وہ اس ہزار برس کے اندر نہ تو قانون قدرت کی ترتیب کا کوئی گمان تھا اور نہ علت و معلول کا کوئی علم، ہر قسم کی حرکت کی رفتار نہایت سست تھی، جمود بہت زیادہ تھا، تکلیف، مصیبت اور موت ہر وقت کی ساتھی تھین اور زندگی نہایت مختصر اور سخت تھی ؛

اس عہدِ ضلالت و جہل کی ابتدائی حصہ مین اسلام کی مقدس کتاب نے دنیا کے اندر قدرت کے قانون اور ضابطہ کا خیال سب سے پہلے رائج کیا، متعدد دیوتاؤن کے عقیدہ کو پارہ پارہ کر دیا، قدرتی مناظر کے مادی وجود بتاے، فکر و تدبر مین عقل کو رہنما بنایا، مشاہدہ و تجربہ کی بنا پر قدرت کے مطالعہ کی ترغیب دلائی اور اس طرح قدرت اور مظاہرِ قدرت کو سمجھنے اور فکر کرنے کے لیے راستہ صاف کر دیا، اب ہمین دیکھنا ہے کہ یہ سب کچھ کیونکر ہوا،

قانون و نظامِ قدرت | اس امر کا کہ ہر جگہ اور ہر چیز مین قدرت کا ایک قانون اور نظام ہے، اور کہین بدنظمی اور ابتری نہین اور اس عالم مین بتدریج ایک مقصد کے حصول کے لیے ترقی ہو رہی ہے، ذیل کی آیات سے اعلان کیا گیا ہے :۔

"اور آفتاب (ہے کہ) اپنے ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے، یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست (اور ہر چیز سے) آگاہ ہے اور چاند (ہے کہ) اس کے لیے ہم نے منزلین ٹھہرا دین یہانتک کہ آخر ماہ مین

گھٹتے گھٹتے) پھر (ایسا ٹیڑھا اور پتلا) رہ جاتا ہے جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی، نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جالے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور (کیا چاند اور کیا سورج) سب اپنے اپنے) مدار (یعنی گھیرے) مین (پڑے) تیر رہے مین" (سورہ ۳۶: ۳۸-۴۰)

مذکورۂ بالا آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نظامِ قدرت مقررہ قوانین کے ماتحت ہے، مین اس سلسلہ مین قرآن پاک کی پہلی آیت "الحمد للہ رب العالمین (سب تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے جو جہانون کا مالک ہے) کا حوالہ دونگا، لفظ "رب" کے لغوی معنی (جس کا عام طور پر ترجمہ مالک کیا جاتا ہے) سے وہ شخص مراد ہے جو ہر چیز کو رفتہ رفتہ ترقی دے کر معراجِ کمال تک پہنچاتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آفرینشِ کائنات کو ایک مقرر کردہ لائحۂ عمل کے مطابق اور ایک مقررہ نظام کے ماتحت ایک خاص مطمحِ نظر تک پہنچاتا ہے،

ناقابلِ تغیر قوانینِ قدرت | پہلی آیت مین جسکا حوالہ دیا گیا ہے، حسب ذیل الفاظ ہین، "نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جالے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوانینِ قدرت بدلنے والے نہین ہین، اس مسئلہ کے متعلق قرآن مین نہایت صاف اعلانات موجود ہین،

"کیونکہ تم خدا کے قانون مین کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم خدا کے طریقہ مین کوئی رد و بدل نہ دیکھو گے"

"کوئی نہین ہے جو خدا کے الفاظ کو بدل سکے"

اس طرح قرآن نے یورپ کے ابتدائی زمانۂ جاہلیت مین اعلان کر دیا تھا، کہ (۱) دنیا ایک مقررہ قانون کے ماتحت چل رہی ہے، (۲) وہ قوانین ناقابلِ تغیر ہین، اس طرح اس نے علمی تحقیق کی بنا ڈال دی، اس راہ مین دوسرا قدم مشاہدۂ اشیاء اور فکر و تدبر تھا جس کے بغیر قوانینِ قدرت متعین نہین ہو سکتے،

حواس و قوت ادراک کا استعمال | قرآن نے حواس کے استعمال کی تاکید نہایت زوردار اور خوبصورت الفاظ مین کی ہے، مسلمانون کو تاکید ہے کہ وہ تمام اشیاء کو خود دیکھین، دنیا مین چارون طرف پھرین اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کا مشاہدہ کرین، جو لوگ کہ ان ہدایات پر عامل ہون ان کے لیے بڑے اور مستقل فوائد کا وعدہ کیا گیا ہے،

اور جو ان پر عمل نہ کرین ان کو نہایت سختی سے مطعون کیا گیا ہے، سورۂ فرقان مین حسب ذیل آیت ہے:-

"(اور نیز) وہ لوگ کہ جب ان کو ان کے پروردگار کی آیتین سنا سنا کر نصیحت کیجائے تو اندھے اور بہرے ہو کر ان پر نہ گرین (بلکہ ارادتمندانہ سنین اور نصیحت پکڑین)" (سورہ ۲۵: ۷۳)

ان الفاظ سے ہر شخص کو ہدایت ہے کہ وہ خود فکر و تدبر کرے اور خواہ مخواہ کوئی بات تسلیم نہ کرے، ذیل کے الفاظ کے مثل قرآن مین اکثر آیا ہے:-

"تو کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) مین غور نہین کرتے" (سورہ ۴: ۸۲)

سورۂ اعراف مین حسب ذیل الفاظ ہین:-

"ان کے دل تو ہین (مگر) ان سے سمجھنے کا کام نہین لیتے اور ان کی آنکھین بھی ہین (مگر) ان سے دیکھنے کا کام نہین لیتے اور ان کے کان بھی ہین (مگر) ان سے سننے کا کام نہین لیتے (غرض) یہ لوگ چارپایون کی طرح کے ہین، بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہوے، یہی وہ (لوگ) ہین جو (دین سے بالکل) بے خبر ہین" (سورہ ۷: ۱۷۹)

یہ الفاظ کہ "وہ بے خبر ہین" اس امر پر زور دے رہے ہین کہ وہ لوگ جو اپنے حواس کو کام مین نہین لاتے وہ ایک نہایت اہم فرض سے غفلت برتتے ہین، لیکن قرآن پاک مین اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ موجود ہین:

"اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات (یہ کافر ہین) بہرے گونگے جو (کچھ) نہین سمجھتے" (سورہ ۸: ۲۲)

میری سمجھ مین نہین آتا کہ ان سے بہتر الفاظ حواس و ادراک کے استعمال کی ترغیب مین کیا ہو سکتے ہین۔

مشاہدہ | حسب ذیل الفاظ مین گرد و پیش کے احوال و مناظرِ قدرت کے مشاہدہ پر زور دیا گیا ہے:-

"تو کیا لوگ اونٹون کی طرف نہین دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کئے گئے ہین، اور آسمان کی طرف کہ کیسا اونچا بنایا گیا ہے اور پہاڑون کی طرف کہ کیسے کھڑے کیے گیے ہین، اور زمین کی طرف کہ کیسی بچھائی گئی ہے" (سورہ ۸۸: ۲۵)

"جو لوگ (خدا کا) ڈر مانتے ہیں اُن کے لیے رات اور دن کے ردو بدل مین اور جو کچھ خدا نے آسمانون اور زمین مین پیدا کیا ہے اُس مین (خدا کی قدرت کے بہتیری ہی) نشانیان (موجود ہین) (سورہ ۱۰: ۶)

ان الفاظ سے مناظر قدرت کے مشاہدہ کی تاکید کیجاتی ہے، ہر قسم کے مناظر کے مطالعہ و مشاہدہ کی ضرورت بتائی جاتی ہے جیسا کہ ذیل کی آیات سے واضح ہوتا ہے:-

"بیشک آسمانون (کے) اور زمین کے پیدا کرنے مین اور رات اور دن کے ادل بدل مین اور جہازون مین جو لوگون کے فائدے کی چیزین (یعنی مال تجارت) سمندر مین لیکر چلتے ہین، اور مینھ مین جسکو اللہ آسمان سے برساتا پھر اُس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مرے (یعنی افتادہ ہوے) پیچھے پھر زندہ (یعنی شاداب) کرتا ہے اور ہر قسم کے جانورون مین جو خدا نے روے زمین پر پھیلا رکھے ہین اور ہواؤن کے (ادھر سے ادھر اور اُدھر سے ادھر) پھیرنے مین اور بادلون مین جو (خدا کے حکم سے) آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہین (غرض ان سب چیزون مین) ان لوگون کے لیے جو عقل رکھتے ہین (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیان (موجود) ہین" (سورہ ۲: ۱۵۹)

"کیا یہ لوگ ملک مین چلے پھرے نہین (چلتے پھرتے) تو دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہین، ان کا کیا انجام ہوا" (سورہ ۳۰: ۹)

سولہوین سورہ مین ہمین تاکید ہے کہ ہم حیوانات کو غور سے دیکھین جس سے ان کے مختلف کام اور فوائد معلوم ہون:-

"(اور لوگو) تمھارے لیے چارپایون مین بھی سوچنے کی جگہ ہے کہ اُن کے پیٹ مین (الابلا بھری) ہے اس سے (یعنی) گوبر اور خون مین سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہین، جس کو پینے والے آسانی سے (غٹ غٹ) پی جاتے ہین"، (سورہ ۶: ۶۶)

"اور اللہ ہی نے تمھارے لیے تمھارے گھرون کو ٹھکانا بنایا اور چوپایون کی کھالون سے تمھارے

لیے (ایک خاص قسم کے) گھر (یعنی خیمے وغیرہ) بنائے کہ تم اپنے کوچ کے وقت اور اپنے ٹھہرنے کے وقت ان کو ہلکا (پھلکا) پاتے ہو اور چارپایون کی اون اور ان کے رووں اور ان کے بالون سے (تمھارے) بہت سے سامان اور بکار آمد چیزین بنائین (کہ تم) ایک وقت خاص تک (ان سے فائدہ اٹھاؤ) (سورہ ۱۶: ۸۰)

زبانون اور قومون کی کثرت و اختلاف پر حسب ذیل الفاظ مین توجہ دلائی گئی ہے:-

"اور آسمانون اور زمین کا پیدا کرنا اور تمھاری بولیون اور تمھاری رنگتون کا مختلف ہونا (یہ بھی) اُس کی (قدرت کی) نشانیون مین سے ہے، کچھ شک نہین کہ سمجھنے والون کے لیے (ان باتون مین خدا کی قدرت کی (بہتیری ہی) نشانیان ہین" (سورہ ۳۰: ۲۲)

بادلون کے متعلق غور و فکر کرنے کی یون ہدایت ہوتی ہے،

"(اے مخاطب) کیا تو نے (اس بات پر) نظر نہین کی کہ اللہ (ہی) بادل کو ہانکتا ہے پھر بادل (کے ٹکڑون) کو آپس مین جوڑتا ہے پھر ان کو تہ بہ تہ رکھتا ہے، پھر (اے مخاطب) تو بادل کے بیچ مین سے مینھ کو نکلتے ہوے دیکھتا ہے" (سورہ ۲۴: ۴۳)

متذکرۂ بالا آیت مین مطالعۂ قدرت کا صاف حکم ہوتا ہے، قرآن مین بہت کافی آیات اسی موضوع پر مل سکتی ہین، مثلاً

"اور (اسی طرح) پہاڑون مین مختلف رنگتون کے کچھ طبقے ہین (بعض) سفید اور (بعض) لال اور (بعض) کالے سیاہ" (سورہ ۳۵: ۲۷)

"(اس کے علاوہ) وہی (قادر مطلق) ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن اور اُس کی منزلین ٹھہرائین تاکہ تم لوگ برسون کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو" (سورہ ۱۰: ۵)

"وہی تم کو تمھاری ماؤن کے پیٹ مین (بتدریج) ایک طرح کے بعد دوسری طرح تین اندھیرون

مین بناتا ہے" (سورہ ۶:۳۹)

تیسری سورہ کی چند آیتون کو یہان نقل کرنا چاہتا ہون جمین اُن لوگون کو عقلمند بتایا گیا ہے جو مناظرِ قدرت کا بغور مطالعہ اور دنیا کی آفرینش اور تدریجی ترقی پر فکر و تدبر کرتے ہین،

"کچھ شک نہین کہ آسمان اور زمین کی بناوٹ اور رات دن کے ردوبدل مین عقلمندون (کے سمجھنے) کے لیے (قدرتِ خدا کی بہتیری) نشانیان (موجود) ہین جو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے ہین اور آسمانون اور زمین کی ساخت مین غور کرتے ہین" (سورہ ۳:۱۹)

اس آیت مین "عاقل" اس شخص کی صفت بتائی گئی ہے جو "زمین و آسمان کی آفرینش پر غور کرے" مین حیران ہون کہ اس سے بہتر قدرت، اور مناظرِ قدرت کے مطالعہ کی ترغیب کے لیے کیا الفاظ استعمال ہوسکتے ہین

تجربہ | دوسری سورہ مین آٹھ لفظون کی ایک آیت ہے جو تمام "علمی تحقیقات کی کنجی" کہی جاسکتی ہے،

"وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے تمھارے لیے زمین کی کل کائنات پیدا کی" (سورہ ۲:۲۸)

اس ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ

(۱) دنیا کی ہر شے انسان کے استعمال کے لیے ہے،

(۲) وہ جس چیز کو چاہے استعمال کرسکتا ہے،

(۳) اور یہ اس وقت تک ممکن نہین جب تک کہ ہر چیز کے استعمال کا علم نہ ہو،

ایک دوسری آیت تیسوین سورہ مین ہے،

"اور تم سے انعامات کے متعلق اُس روز سوال کیا جائے گا"

یعنی یہ دیکھا جائیگا کہ آیا ہر چیز جو انسان کے قبضہ مین تھی اُس کا صحیح استعمال ہوا یا نہین، ان دونون آیات کو ملا کر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ ہم کو معدنیات، حیوانات اور نباتات کا استعمال، مقصدِ آفرینش کا لحاظ کرتے ہوے، متعین کرنا چاہیے، یہ ظاہر ہے کہ استعمال متعین کرنے سے ہم قدرت اور ماہیتِ اشیاء

اور ان کی خصوصیات کے علم کی مختلف شاخون کو مرتب کرلین گے، جہین بتایا گیا ہے کہ

"اور لوہا پیدا کیا کہ (ہتھیارون کے کام مین لایا جائے تو) اُس مین بڑا خطرہ ہے اور (اس مین) لوگون کے (بہتیرے) فائدے (بھی) ہین" (سورہ ۵۷:۲۵)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوہے سے کام لیا جاسکتا ہے اور لینا چاہیے جس کے لیے معدنیات کے علم کو ترقی دینے کی ضرورت ہے،

ایک دوسری آیت مین شہد کے طبی خواص کی جانب اشارہ ہے،

"(اور) اس مین لوگون (کی بہت سی بیماریون) کی شفا ہے" (سورہ ۱۶:۶۹)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کو مختلف اشیاء کی ماہیت اور طبی خواص معلوم کرنے چاہئین، اس سے فنِ طب حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جو طبیعیات، کیمیا، بیالوجی، علم اجسام اور علم تشریح مین مہارت پیدا کئے بغیر حاصل نہین ہوسکتا، دوسری آیت مین ہے:-

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر ہم ہی نے اُس کو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم مین) نطفہ بنا کر رکھا، پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیان بنائین پھر ہم ہی نے ہڈیون پر گوشت مڑھا پھر (آخر کار) ہم ہی نے اس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت مین) بنا کر کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو (سب) بنانے والون مین بہتر (بنانے والا) ہے" (سورہ ۲۳:۱۱-۱۴)

جنین کے اندرون رحم تغیرات کے مطالعہ کی تحریص کا کیسا دلکش پیرایہ ہے، جو SCIENCE OF EMBROYOLOGY علم جنینیات کا خاص موضوع بحث ہے،

دوسری سورہ کے چوتھے رکوع مین انسان کی آفرینش کا حال درج ہے جس سے ہمارے

موضوع پر کافی روشنی پڑتی ہے، درحقیقت اگر اس کے اصلی مفہوم کو خوب سمجھ لیا جائے تو پھر انسان کو مشاہدہ اور تجربہ کی حقیقی اہمیت جو علمی تحقیقات میں انھیں حاصل ہے، پورے طور پر واضح ہو جائے گی، اس رکوع کا ایک حصہ پیش کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔

"اور (اے پیغمبر لوگوں سے اس وقت کا تذکرہ کرو) جب تمھارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں (اپنا ایک نائب) بنانے والا ہوں (تو فرشتے) بولے کیا تو زمین میں ایسے شخص (کو نائب) بناتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور (بنانا ہی تو ہم کو بنا کہ) ہم تیری حمد (و ثنا) کے ساتھ تیری تسبیح (و تقدیس) کرتے رہتے ہیں، اور آدم کو سب (چیزوں کے) نام بتا دیئے پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کرکے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو ہم کو (ان چیزوں) کے نام بتاؤ،

بولے تو پاک (ذات) ہے جو تو نے ہم کو بتا دیا ہے اس کے سوا ہم کو کچھ معلوم نہیں بیشک تو ہی جاننے والا (مصلحت کا پہچاننے والا) ہے،

تب (خدا نے آدم کو) حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتوں کو (ان چیزوں) کے نام بتادو، پھر جب آدم نے فرشتوں کو ان (چیزوں) کے نام بتا دیئے تو (خدا نے فرشتوں کی طرف مخاطب ہوکر) فرمایا کیوں ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں کی اور زمین کی سب مخفی چیزیں ہم کو معلوم ہیں اور جو کچھ تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو کچھ تم ہم سے چھپاتے تھے (وہ) ہم کو (سب) معلوم ہے۔" (سورہ بقر رکوع ۴)

آیاتِ بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ

(۱) انسان دنیا میں اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے،

(۲) اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کو علم اشیاء ہے۔

(۳) اشرف المخلوقات کا مرتبہ حاصل کرنے کے لیے انسان کو علم اشیا، حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۴) انسان کے لیے مختلف علوم کو ترقی دینا لازمی ہے، اور قدرت و ماہیتِ اشیاء کا علم ضروری ہے

لہذا میرے نزدیک انسان کو اشرف المخلوقات بنانے والی شے منظم و مرتب علم ہی ہے اور یقیناً تاریخ نے اس کو ثابت بھی کر دیا ہے، صرف وہی قومیں زندہ رہ سکتی ہیں جو قدرت کی قوتوں کو بہتر طریقے سے کام میں لاسکیں یعنی یہ کہ وہ اپنے علم سے علمی فوائد حاصل کرنے کے قابل ہوں،

یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسئلہ ارتقاء پر قرآن میں نہایت صاف و صریح حوالے موجود ہیں یہ مسئلہ علماء کے ہزاروں برس کی مسلسل جد و جہد کا انتہائی کمال سمجھا جاتا ہے، دو ہزار برس کے متواتر فکر کے بعد علما اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ زندگی ایک معرکہ ہے جس میں صرف وہی زندہ بچتے ہیں جو سب سے زیادہ اہل ہیں اور نااہل فنا ہو جاتے ہیں، حسب ذیل آیت میں:

"اور ہم زبور میں (پند و) نصیحت کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ ہمارے اہل بندے زمین (کی سلطنت) کے وارث ہونگے"۔ (سورہ ۲۱:۱۰۵)

صلاحیت کیا ہے اور "صالح" کون ہے؟ صالح کا ترجمہ روڈ ول نے "نیک" کیا ہے، حالانکہ درحقیقت اس کے لغوی معنی "اہل" کے ہیں، لہذا متذکرۂ بالا آیت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے وارث اہل ہی ہونگے یہ قانونِ الٰہی ہے اور قانونِ الٰہی میں رد و بدل نہیں ہوتا، یہ امر کہ صرف وہی لوگ باقی رہیں گے جو کشمکشِ حیات میں کامیاب ہوں، ذیل کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے:

"اور یہ کہ انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنی اس نے کوشش کی" (سورہ ۵۳:۳۹)

اس امر کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے کہ قدرت ان لوگوں کی مدد نہیں کرتی جو خود جد و جہد کرنے کے قابل نہیں ہیں:-

"یقیناً خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کریں۔"

اس امر کے متعلق کہ نااہل فنا ہو جاتے ہین اور صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیئے جاتے ہین، سورہ ۶ مین بیان کر دیا گیا ہے،

"کیا ان لوگون نے (اس بات پر) نظر نہین کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتون کو ہلاک کر مارا جن کی ہم نے ملک مین ایسی (مضبوط) جڑ باندھ دی تھی کہ (اے منکرو ابھی تک بھی) تمہاری ایسی جڑ نہین باندھی اور ہم نے (پانی کی اس قدر افراط کی کہ اوپر سے تو) ان پر موسلا دھار مینھ برسایا اور ان کے نیچے سے نہرین روان کر دین، پھر ہم نے ان کے گناہون کی سزا مین ان کو ہلاک کر مارا اور ان کو (ہلاک ہوئے) پیچھے اور امتین نکال کھڑی کین" (سورہ ۶: ۶)

اس آیت کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نااہل کو اس لیے فنا کیا جاتا ہے کہ اہل اس کی جگہ حاصل کرین، وہ نسلین جو اس طرح اپنی کمزوریون کے باعث ایک مرتبہ ہٹا دیجاتین پھر دوبارہ میدان مین نہین آسکتین،

"اور جس بستی کو ہم نے (لوگون کی نافرمانی کی وجہ سے) ہلاک کر دیا ہو، ممکن نہین کہ وہ لوگ (قیامت کو ہمارے حضور مین) لوٹ کر نہ آئین"

انسان کی تاریخ بتاتی ہے کہ بیسیون قومین، جو زوال پذیر ہو گئین، پھر کبھی دنیا مین ابھر نہ سکین، مصر، اسیریہ، ایران، یونان اور روم کی بڑی قومون کا حال ہر تاریخ دان کو معلوم ہے، روم کی شان و شوکت، یونان کا علم و فضل اب ہمیشہ کے لیے دوسرون کو منتقل ہو گیا ہے،

اب تک صرف اصول کا سوال تھا، لیکن حسب ذیل الفاظ مین انھین خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی ہدایت ہوتی ہے:۔

"اور (مسلمانو سپاہیانہ) قوت سے اور گھوڑون کو باندھے رکھنے سے جہان تک تم سے ہو سکے کافرون کے (مقابلہ کے) لیے ساز و سامان مہیا کئے رہو" (سورہ ۸: ۶)

قرآن کی یہی ایک آیت علمی تحقیق کی تحریص دلانے کے لیے کافی ہے، زندہ رہنے کے لیے ہر شخص کو جد و جہد لازمی ہے، جد و جہد کے لیے قوت درکار ہے اور قوت حاصل کرنے کے لیے قدرت کے خزانون پر قبضہ حاصل کرنا ہے جو اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے، جبکہ مختلف علوم کافی ترقی پا جائین، ہر سبب کا ایک نتیجہ ہوتا ہے، اس لیے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ ان ہدایات کے (جو ہمارے دعوے کے مطابق قرآن نے پیش کی ہین) عملی نتائج و اثرات کیا ہوئے، ؟،

(معارف:۔ اس سوال کا جواب آیندہ نمبر مین آئیگا۔)

حکیم اسپینوزا

از

پروفیسر محمد یوسف خان صاحب سلیم

خاندان اور ابتدائی حالات

اسپنوزا جس کا اصلی نام باروچ تھا، ۱۶۳۲ء مین بمقام ایمسٹرڈم واقع ملک ہالینڈ پیدا ہوا، اس کے والدین کا مفصل حال کسی تذکرہ مین مرقوم نہین ہان اس قدر یقینی ہے کہ وہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور اس کا باپ ایمسٹرڈم مین تجارت کرتا تھا، اسپنوزا کے آباؤ اجداد یہودی تھے اور ان کا وطن اسپین تھا لیکن فرڈیننڈ شاہ اسپین کی سخت گیری سے تنگ آکر ملک ہالینڈ مین آباد ہو گئے تھے، اسپنوزا کا باپ مرفہ الحال تھا، اس لیے اس نے اپنے بیٹے کو تحصیلِ علوم دینی کے لیے وقف کردیا، اور جید علمائے یہود کو اس کی تعلیم پر معین کیا۔ بعضون کا خیال ہے کہ اولاً اس کے باپ نے اُسے تجارت کے کام مین لگایا، لیکن اپنے بیٹے کی طلبِ علم کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا ارادہ بدل دیا، بہرحال بچپن ہی سے باروچ کی مذہبی تعلیم شروع ہو گئی، اس زمانہ مین یہودیون کا دستور تھا کہ سوائے دینی علوم کے اور کسی دنیاوی علم کی طرف بہت کم توجہ کرتے تھے، توریت اور طالمود یہ دو کتابین ان کی تعلیم مذہبی کا جزو اعظم تھین، میری رائے مین ایسا ہونا عین قرینِ عقل ہے، نہ یہ کہ جیسا ہمارے دینی مدارس کا حال ہے کہ ساری عمر مختلف علوم وفنون کی تحصیل مین گزر جاتی ہے، لیکن قرآن شریف کے صرف ڈھائی پارے تبرکاً پڑھا دیئے جاتے ہین،

اسپنوزا کا حافظہ اور دماغ اس قدر اعلیٰ تھا کہ تھوڑے ہی دنون مین تمام اساتذہ کا محبوب بنگیا اور یہود کے مذہبی امام، سال لیوی مارٹائیرا نے اُسے نہایت محبت کے ساتھ پڑھانا شروع کیا، چودہ سال کی عمر مین باروچ نے اس قدر علم حاصل کر لیا کہ بڑے بڑے علمائے یہود اس سے دینی گفتگو کرتے ہوئے شرماتے

تھے۔ تمام قوم اس سبزۂ آغاز نوجوان کو عزت کی نگاہون سے دیکھنے لگی، اور ہر شخص یہ کہتا تھا کہ آگے چل کر یہ نوجوان یہودی قوم کے لیے باعثِ افتخار ہوگا، لیکن افسوس کہ بہت جلد اُن کی امیدون پر پانی پھر گیا، کیونکہ باروچ محض عالم اور فاضل بنجانے کا خواہشمند نہ تھا بلکہ وہ محقق بننا چاہتا تھا، اور کچھ دنون کے بعد اس نے اپنے اساتذہ سے ایسے ایسے سوالات کرنے شروع کردیے جن کے جوابات اُن کے پاس نہ تھے،

پہلی الجھن یہ تھی کہ توریت مین مسئلہ بقائے روح مذکور نہین ہوا، باروچ نے اس بات کا تذکرہ اپنے ہم سبق دوستون سے کیا، انھون نے ازراہِ عناد اس کے شکوک کو خوب نمک مرچ لگا کر اساتذہ سے بیان کر دیا، انھون نے فوراً باروچ کو اپنے سامنے طلب کیا اور سخت لہجہ مین پوچھا، کیا تم نے توریت اور طالمود پر نکتہ چینی کی ہے؟ نوجوان نے سچائی کے ساتھ کہا "بیشک! مجھے توریت پر نہ صرف یہ اعتراض ہے کہ اس مین بقاء وابدیت روح کا مذکور نہین بلکہ اور بھی کئی اعتراضات ہین، مثلاً موجودہ توریت کی صحت کا کیا ثبوت ہے؟ خدا کی ہستی پر کون کون سے دلائل دیئے گئے ہین؟ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے کیا ذرائع بتائے گئے ہین؟ وغیرہ وغیرہ" ان باتون کو سنکر بیچارے علمار کے ہوش اُڑ گئے اور انھون نے ان سوالات کے جواب مین بس اتنا ہی کہا "نادان لڑکے! تجھے یہ جرأت کیونکر ہوئی، کہ توریت مقدس پر اعتراض کرے؟" لڑکے نے کہا "جناب جو بات مدار یقین نہین ہوسکتی وہ مدارِ ایمان کب ہوسکتی ہے؟" اس پر انھون نے لال پیلی آنکھین نکال کر کہا "اگر تم نے ان عقاید کفریہ سے فوراً توبہ نہ کی تو تمھین جماعت سے خارج کر دیا جاے گا اور بھری مجلس مین کفر کا فتوی لگ جائیگا" باروچ نے مسکرا کر کہا "اگر میرے اعتراضات کا یہی جواب ہے تو جس قدر جلد عنایت ہوگا مہربانی ہوگی"

غرضکہ یہودی علمار نے اپنے امام ربی مارٹائیرا کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور اس خودسر نوجوان کو راہِ راست پر لانے کی استدعا کی، امام مذکور نے باروچ کو اپنے سامنے بلایا، لیکن وہ اس کی چرب زبانی اور طاقتِ لسانی سے اتنا ہی متاثر ہوا جتنا کہ دوسرے علما کی کوشش اور دلائل سے۔ مارٹائیرا نے بھری مجلس مین گرج کر کہا "تیرے سامنے صرف دو راہین کھلی ہین یا تو ان کلمات کفریہ سے توبہ کر یا جماعت سے خارج ہونے کی

طیاری"۔ باروچ نے کہا، مین اپنے ضمیر کی آزادی کو کسی قیمت پر فروخت نہین کرسکتا۔ یہ تو جماعتِ یہود ہی ہے اگر آپ کل دنیا کی جماعتون سے خارج کردین تو بھی مین اپنے خیالات مین تبدیلی نہین کرونگا" یہ جواب سنکر مارٹا تیرا نے مجلس کو برخاست ہونے کا حکم دیا، باروچ بھی خاموش وہان سے اٹھکر اپنے گھر چلا آیا، اُس دن سے اس نے معبد یہود مین جانا بالکل ترک کردیا، مدرسہ اور دینی تدریس کا خیال دل سے نکالدیا، اگر راستہ مین کوئی یہودی ملجاتا تو وہ خود ہی اس سے گریز کرتا، یہ حالت دیکھکر علما، دل ہی دل مین انگارون پر لوٹنے لگے کیونکہ وہ تو یہ سمجھے ہوے تھے کہ جب ہم اُسے خارج از جماعت کرنے کی دھمکی دینگے تو وہ فوراً راہِ راست پر آجائیگا، نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی قابلیت سے مرعوب ہوکر اور یہ سمجھکر مبادا دوسرے نوجوان اس کی تقلید کرنے لگین، علماے یہود نے کہلا بھیجا اگر تم خاموش ہو اور وقتاً فوقتاً ہیکل کی رسوم مین شریک ہوجایا کرو تو ہم تمھین ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ بطور وظیفہ دیا کرینگے، لیکن سنگدل نوجوان نے اس تجویز کو بنظرِ حقارت دیکھا، اور صاف انکار کردیا، اس انکار سے علمار کی آتشِ حسد بھڑک اٹھی اور انھون نے باروچ کی جان لینے کا فیصلہ صادر کیا، چنانچہ ایک شام کو باروچ، بغرض تفریح تھیٹر مین گیا جب واپس ہوا تو ایک گلی مین، اچانک کسی بدمعاش نے چھری نکال کر وار کیا، لیکن قاتل کا وار اوچھا پڑا اور باروچ کے لبادہ اور کوٹ کا کونہ ہی کٹا، بزدل قاتل فوراً بھاگ گیا، اور باروچ نہایت اطمینان کے ساتھ گھر واپس آیا، گھر آکر واقعہ کے مالہ وماعلیہ پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ خلوت نشینی بہتر ہے، تھوڑے دنون کے بعد پھر اُدھر سے سلسلہ جنبانی ہوئی کہ اب بھی مان جاؤ اور گھر بیٹھے چین کرو، لیکن باروچ نے "زین است جوابش کہ جوابش ندہی" پر عمل کیا۔ الغرض قطعاً نا امید ہوکر علما، نے اُسے باضابطہ خارج از جماعت کرنے کا فیصلہ کرلیا، اس رسم کا بیان باروچ کے فلسفہ پر کوئی روشنی نہین ڈالتا، لیکن اجمالاً اس لیے سپردِ قلم کرتا ہون کہ ناظرین اس عجیب رسم سے واقف ہوجائین، تاریخ مقررہ پر ہزارہا یہودی ہیکل مین جمع ہوے تاکہ باروچ پر تبرا کرکے داخلِ حسنات ہوسکین، جب تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو کارروائی شروع ہوئی، سیاہ مومی بتیان روشن کی گئین، اور موسیٰ کی پانچون کتابین کھول کر بڑی میز پر رکھی گئین مارٹا تیرا، سیاہ لباس مین جلوہ گر ہوکر جماعت کے سامنے

دونون ہاتھون کو بلند کیے ہوے، کھڑا ہوا، علمار کی ایک جماعت اس کی اقتدا مین کھڑی ہوئی، اس نے مقررہ الفاظ مین فتویٰ کفر ادا کیا اور پہلو سے نفیری بجنے لگی، جماعت نے آمین پکارنا اور عورتون نے چیخین مارنا شروع کیا، اسکے بعد سب لوگ خاموش ہوے تو مارٹا تیرا نے لعنت و دشنام سب وشتم کی شہنائی بجانی شروع کی، تمام شمعین اوندھی کردیگئین ان کا موم پگھل پگھل کر ان لگنون مین گرنے لگا جنمین تازہ تازہ خون پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا ہر فقرہ پر حاضرین بصمیمِ قلب آمین پکارتے جاتے تھے، جب ابدی لعنت وعذاب الٰہی کا فقرہ ادا کیا گیا تو تمام شمعین ان لگنون مین گرادی گئین اور ساری مجلس گھپ اندھیرے مین آمین پکارتی رہ گئی،

اس خوفناک شرعی رسم نے باروچ کی زندگی مین بار اول انقلاب عظیم پیدا کردیا، یہ واقعہ ۲۷ جولائی ۱۶۵۶ء کو ظہور مین آیا، اس تاریخ سے باروچ اتنی بڑی دنیا مین تنِ تنہا رہگیا کیونکہ کوئی یہودی نہ اس سے بات کرسکتا تھا نہ اس کے پاس بیٹھ سکتا تھا، چند روز کے بعد اُسے دوچار شریف آدمی ایسے مل گئے جو مثل اسی کے، زمانہ اور ابناے وطن و برادرانِ ملت کے ہاتھون ستائے ہوئے تھے "کند ہمجنس باہمجنس پرواز" انھون نے باروچ کی حتی الوسع خاطر تواضع اور دلداری کی، لیکن باروچ کو اپنی بہنون سے بڑی محبت تھی، اور وہ نہ اس سے مل سکتی تھین نہ بات کرسکتی تھین، بہرحال "قہر درویش بجان درویش" وہ بھی رفتہ رفتہ اسی زندگی کا خوگر ہوگیا، یہودی نام بدلکر "بینی ڈکٹ" رکھا، اس لفظ کے معنی وہی ہین جو باروچ کے ہین،

اب "بینی ڈکٹس" یا بینی ڈکٹ اسپینوزا کو یہ خواہش دامنگیر ہوئی کہ غیر یہودی علما، اور فلاسفہ نے ان سوالات کے کیا کیا جوابات دیے ہین جن کی بدولت وہ جماعت سے خارج کیا گیا، اس نے اب تک عبرانی اور سریانی جرمن ڈچ اور سپانی اور پرتگالی زبانین حاصل کی تھین، مگر فلسفہ اور حکمت کی کتابین تمامتر لاطینی زبان مین تھین، لہذا اسپینوزا نے لاطینی سیکھنے کی فکر کی۔ جوئندہ یابندہ، اتفاقاً اس کی دوستی امسٹرڈیم کے ایک مشہور طبیب وان ڈن انیڈی سے ہوگئی، یہ شخص ایک تو اپنے پیشۂ طبابت کی وجہ سے شہر مین مشہور تھا دوسرے ماہرِ لسانیات ہونے کی وجہ سے ایک مدرسہ شبینہ جاری کررکھا تھا، اور اس کی کامیابی کا یہ عالم تھا کہ شہر کے سارے دولتمند لوگ اپنے

بچون کو دین بھیجتے تھے، اس نے اسپنوزا سے کہا کہ تم میرے شاگردون کو عبرانی اور ہسپانی پڑھاؤ، اس کے عوض
میری بیٹی تمھین لاطینی کا درس دیگی اور رہائش اور خوراک دوستانہ مین، پریشان حال اسپنوزا کے لیے یہ تجویز نعمتِ
عظمیٰ سے کم نہ تھی بلکہ بشارتِ کبری، بطیب خاطر ڈاکٹر مذکور کے یہان مستقل بود و باش اختیار کر لی، ڈاکٹر مذکور
کی نوجوان بیٹی اگرچہ حسین نہ تھی لیکن لاطینی علم ادب اور موسیقی مین یگانۂ روزگار تھی، اسپنوزا کو تھوڑے ہی دنون
مین اس سے محبت ہوگئی اس نے لاطینی زبان کے حاصل کرنے مین غیر معمولی محنت کی تاکہ اسی طرح اُس لڑکی
کی توجہ کا مرکز بنجاے، کیونکہ سواے قابلیت کے اور اس کے پاس دھرا ہی کیا تھا، یہ تدبیر کارگر ہو گئی، استاد
شاگرد پر مہربانی کرنے لگا، لیکن برا ہو اس فلک کجرفتار کا، ہیمبرگ کا ایک نوجوان سوداگر لاطینی سیکھنے کے
لیے آنے لگا، اس شخص کے پاس محبت کے علاوہ دولت بھی تھی، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تو چند ماہ کے بعد اس لڑکی کا خاوند
بنگیا اور ہمارا مفلس بینی ڈکٹ فلاسفر۔

میرا خیال ہے، کہ اس ناکامی کا اس کے دل پر خارج از جماعت ہونے سے بھی زیادہ اثر ہوا، اس
نے ملنا جلنا، ہنسنا بولنا، آنا جانا سب بند کر دیا، اور ہمہ تن مطالعہ مین مشغول ہوگیا، کیونکہ دنیا کی بے ثباتی اور
دنیاداروں کی تلون مزاجی اس پر آشکارا ہو چکی تھی، پس اس نے ہمیشہ کے لیے اس "بازیچۂ اطفال" سے قطع تعلق
کر لیا، لاطینی زبان اُسے کافی سے زیادہ آچکی تھی، صرف ایک گھنٹہ طلبا کو عبرانی پڑھا دی اور تمام اوقات مین
یکسر آزادی، سب سے پہلے اس نے قرطبہ کے مشہور یہودی طبیب اور فاضل موسیٰ میمونائیڈیز کی تصانیف
کا مطالعہ کیا، اس طبیب کی ولادت ۱۱۳۵ء اور وفات ۱۲۰۴ء مین ہوئی تھی، اس کی مشہور تصنیف جس نے
اسپنوزا کے دماغ کو فلسفیانہ سانچہ مین ڈھالا، ہدایت المتحیرین ہے، جس مین طبیب مذکور نے ثابت کیا ہے
کہ خدا کائنات سے علیحدہ کوئی شے نہین، اس کے بعد اسپنوزا نے بن گرسن نامی مشہور اندلسی یہودی عالم
کی تصانیف پڑھی، جنمین ازلیتِ عالم کا اثبات کیا گیا ہے، اس کے بعد اس نے حسدائی کریسکاس نامی یہودی
عالم کی تصانیف کا مطالعہ کیا، یہ سب لوگ ابن رشدؒ کے دسترخوانِ علم کے زلہ ربا گزرے ہین، موسیٰ کی تصنیف

مذکورۂ بالا سے اسپنوزا کو بجائے تسلی کے اور پریشانی ہوئی، کیونکہ اس نے اعتراضات تو خوب بیان کیے ہین لیکن جوابات
مین اجمال بھی ہے ابہام بھی، وجہ یہ تھی کہ موسیٰ بہرکیف یہودی تھا جب مذہب کا خیال آجاتا تھا تو گول مول عبارت مین
نیم خاموشی اختیار کر لیتا تھا، یہ اصول اسپنوزا کو کب پسند آسکتا تھا مجبور ہو کر اس نے ابن عزرا کی دینی تصانیف شروع کین
لیکن وہان بھی روشنی کے بجاے تاریکی نظر آئی، نتیجہ یہ نکلا کہ ابتک وہ جن باتون کو یقینی طور پر مانتا رہا تھا، وہ بھی معرضِ
شک مین پڑگئین،

اب اس نے فلاسفۂ یونان کا مطالعہ شروع کیا، سقراط، افلاطون، ارسطو، ڈیماکریٹس، ایپی کیورس، لکریشس
کی تصانیف پڑھین لیکن اسٹوئیک فلاسفہ کی تصانیف کا اس کے دماغ پر کافی اثر ہوا، اس کے بعد اس نے مشہور
متکلمین مثلاً انسیلم، ابیلارڈ، ایکوئناس وغیرہم کی منطقی موشگافیون کو ذہن نشین کیا، اس نے برونو (۱۵۴۸ء۔۔۔)
کی تصانیف پڑھین، یہ برونو وہ شخص تھا جس نے علم کی خاطر تمام دنیا کی خاک چھانی، اور محکمۂ احتساب نے اس پر
کفر کا فتویٰ لگایا، واجب القتل ٹھہرایا اور حکم صادر کیا کہ برونو کو حتی الوسع رحمدلی کیساتھ قتل کیا جاے تاکہ اس کے
خون کا قطرہ زمین پر نہ گرے، یعنی زندہ آگ مین جلایا جاے،

برونو کے خیالات اور عقاید کا خلاصہ یہ ہے کہ "وحدت کا خیال، انسانی دماغ کا شاہکار ہے، اس سے
بہتر اور برتر کوئی خیال نہین، جملہ حقیقت، بلحاظِ ذات علت و اصلیت، واحد ہے، اور خدا اور حقیقت ایک ہی شے
ہین، روح اور مادہ بھی ایک ہی ہین، کیونکہ "حقیقت" کا ہر سالمہ لاینفک طور پر روح اور مادہ سے مرکب ہے،
پس فلسفہ کا کام یہ ہے کہ کثرت مین وحدت کا مشاہدہ کرائے۔ اور مادہ مین روح کا پتہ چلاے، اور روح مین
مادہ کا ثبوت بہم پہنچاے، اور ایسا نظام عقلیہ مرتب کرے جسمین اجتماعِ ضدین ممکن ہو سکے، اور عالمگیر وحدت
کے اس ارفع علم کا درس انسان کو دے جسے "محبت الٰہی" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے"

برونو کے یہ تمام خیالات، اسپنوزا کے فلسفہ کے سنگ بنیاد نہین تو بنیادی اصولون کے اہم اجزا
یقینی طور پر کہے جا سکتے ہین، برونو کے بعد جس فلاسفر نے اسپنوزا کے خیالات مین انقلاب پیدا کیا، وہ فرانس

کا مشہور فلسفی ڈیکارٹ ہے، اگرچہ ڈیکارٹ کا بڑا کارنامہ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے "علم" کی اصلیت، ماہیت اور صحت کی بحث کا دروازہ کھول دیا جو تین سو برس تک جاری رہی، اسپنوزا کو اس بحث سے کوئی دلچسپی نہ تھی ڈیکارٹ کے فلسفہ میں جو بات اُسے پسند آئی وہ یہ تھی کہ اس نے خدا اور نفس کو چھوڑ کر باقی تمام مظاہرِ کائنات کو ریاضی کے اصولوں سے سمجھایا ہے، نیز یہ کہ اس نے ایک ایسی "ذات" کا تخیل پیش کیا ہے جو "مادہ" کی تمام مختلف صورتوں میں موجود ہے، اور دوسرے ایسی "ذات" کا جو "نفس" کی مختلف صورتوں میں موجود ہے، گویا برخلاف برونو کے، ڈیکارٹ نے حقیقت کو دو حصوں میں منقسم کر دیا" اس کے نزدیک تمام کائنات ایک مشین ہے، لیکن خدا اس کائنات سے بیرون ہے"

ڈیکارٹ یہیں رک گیا، مگر اسپنوزا ایک قدم آگے بڑھ گیا، جیسا کہ معلوم ہوگا، میں نے یہ باتیں ذرا تفصیل کیساتھ اس لیے لکھدی ہیں کہ ناظرین کو اس بات کا علم ہو جائے کہ کن کن خیالات نے اسپنوزا کو متاثر کیا، اب میں پھر اس کے سوانحِ حیات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں،

چونکہ ڈاکٹر کی بیٹی نے اسپنوزا کی محبت کی بیقدری کی، پس اس نے اس کے باپ کے گھر رہنا مناسب نہ سمجھا اور ایک رحمدل عیسائی خاندان میں بود و باش اختیار کر لی، یہودی شریعت کے مطابق ہر عالمِ دین پر کوئی نہ کوئی ہنر سیکھنا بھی فرض ہے کیونکہ صرف عالم ہونا ہی کافی نہیں ہے، آخر انسان کو اپنی بسر اوقات کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے، پس اسپنوزا نے دوربین، خوردبین اور عینکوں کے شیشوں پر پالش کرنا سیکھ لیا تھا، جو اب کام آیا، اس فن میں بھی اسے ایسی مہارت تامہ حاصل تھی کہ مشہور فیلسوف لائب نز نے اپنے ایک خط میں اُسے لکھا کہ منجملہ دیگر خوبیوں کے جو آپ کی ذات میں جمع ہیں، میں نے ایک بڑی خوبی یہ بھی سنی ہے کہ آپ کو عینک سازی کے فن میں بھی کمال حاصل ہے"

اس کام میں اسکو اس قدر آمدنی ہو جاتی تھی کہ قوتِ لایموت کے لیے وہ کسی کا محتاج نہ تھا، چند ماہ کی مشق کے بعد مصوری میں بھی بہت عمدہ مشق بہم پہنچائی تھی، چنانچہ شہر نیپلز میں ایک البم کسی امیر آدمی کے یہاں سے دستیاب ہوا تھا جس میں منجملہ دیگر نقشوں کے خود اسکی تصویر بھی نکلی جو اسی کے ہاتھ کی بنائی ہوئی تھی، یہی تصویر عموماً آج دیکھنے میں آتی ہے،

سنہ ۱۶۶۰ء میں یعنی اٹھائیس سال کی عمر میں اسپنوزا نے ایمسٹرڈیم کو خیرباد کہا اور رائنز برگ میں عارضی طور پر سکونت اختیار کی، اور ہمہ تن کتب بینی اور غور و فکر میں مشغول ہو گیا، نقلِ مکان کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ عیسائی خاندان، جس نے اُسے مہمان کے طور پر رکھا تھا، اپنی کسی ذاتی مصلحت سے رائنز برگ جانے پر مجبور ہوا، تھوڑے عرصہ کے بعد اسپنوزا نے اپنے روحانی استاد ڈیکارٹ کی مشہور کتاب MEDITATIONS کا خلاصہ مع ایک ضمیمہ کے شائع کیا، اس کتاب میں اس نے اپنے ذاتی فلسفہ کے اصول بھی بیان کئے ہیں، یہ کتاب اس لیے اور بھی دلچسپ ہے کہ اس سے بہتر کوئی کتاب ڈیکارٹ اور اس کے فلسفہ کے متعلق نہیں لکھی گئی، اس کے ضمیمہ میں اپنے فلسفۂ اخلاق کے اصول بیان کئے ہیں، اس کتاب نے اسپنوزا کو پردۂ خفا سے باہر نکالا، اور جب دوسرے سال اسپنوزا، وربرگ میں سکونت پذیر ہوا تو سینکڑوں آدمی اسکی زیارت کے لیے آنے لگے، اور مخالفین یعنی معترضین بھی کیونکہ "خلاصہ" میں ڈیکارٹ کے فلسفہ کی کمزوریاں بھی عیاں کر دی گئی تھیں، اور ڈیکارٹ کے شاگردوں کو یہ بات طبعاً ناگوار معلوم ہوئی، یہ بیچارے اسپنوزا سے بحث کرنے آتے لیکن اپنا سا منھ لیکر واپس جاتے۔ فضلا، اور علما، کی کثیر تعداد نے اسکو ہیگ میں مستقل اقامت اختیار کرنے پر مجبور کیا کیونکہ وربرگ تو ایک غیر معروف گانون تھا اور انھون نے کہا کہ اسپنوزا جیسی قابلیت کے انسان کے لیے ایسی جگہ قطعاً موزون نہیں، علما، کے علاوہ اربابِ سیاست بھی اسپنوزا کے مداح نظر آنے لگے جن میں ڈی وٹ کا نام خصوصیت کیساتھ قابلِ تذکرہ ہے، یہ شخص تھوڑے عرصہ کے مراسم کے بعد اسپنوزا کا عاشق زار ہو گیا، اور اگر وہ دنیادار ہوتا تو شاید عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے لگتا، لیکن وہ تو حقیقی معنی میں فیلسوف تھا یعنی طالبِ حکمت نہ کہ طالبِ زر، جب فرانس کی افواج ہالینڈ پر حملہ آور ہوئیں تو ان کے سپہ سالار کانڈے اعظم نے بھی اس سے ملاقات کی تمنا ظاہر کی، محض اسلیے کہ اسپنوزا، اس کے ہموطن فلاسفر ڈیکارٹ کا بہترین

شارح اور مفسر تسلیم کیا جاتا تھا، اگرچہ یہ ملاقات محض علمی تھی لیکن جب اسپنوزا واپس آیا تو باشندگانِ ہیگ کا جم غفیر اس کے مکان کے گرداگرد جمع ہوگیا کہ یہ شخص دشمن کی فوج کا جاسوس ہے، مالکِ مکان گھبرا گیا لیکن اسپنوزا نے اُسے تسلی دی کہ میں سب لوگوں کی تسلی کردونگا جس جرأت ایمانی سے اس نے رَبی مارٹائیرا کے غصہ کا مقابلہ کیا تھا، اسی جرأت اخلاقی سے اس نے غضبناک مجمع کا، چنانچہ اس نے دروازہ پر کھڑے ہوکر ایک زبردست تقریر کی اور مخالفین کے شکوک کا قطعی ازالہ کردیا۔ اور پھر مطالعۂ کتب میں مشغول ہوگیا،

۱۶۷۳ء میں کارل لڈوگ نے ہیڈل برگ یونیورسٹی میں فلسفہ کی کرسی، اسپنوزا کے لیے پیش کی لیکن جس ضمیر کی آزادی کی خاطر اس نے یہود کی بخشش سے انکار کردیا تھا، اسی ضمیر کو آزاد رکھنے کے لیے اس نے ہر ہائنس کو یہ خط لکھا۔

"جناب محترم! اگر مجھے کبھی یہ خواہش رہی ہوتی کہ کسی یونیورسٹی میں پروفیسر ہوجاؤں تو آپ کی مہربانی سے میری یہ خواہش بدرجۂ اتم پوری ہوجاتی لیکن مجھے خوف ہے مبادا میرے فلسفیانہ لکچروں کی وجہ سے آپ کی بادشاہت میں قائم شدہ مذہب کو کسی قسم کا گزند پہنچے، بس میں بادب عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس عزت سے معاف فرمایئے، کیونکہ میں اپنے ضمیر کی آزادی کو دنیا کی ہر شے پر مقدم رکھتا ہوں،

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر"

مصائب دنیوی، قلتِ غذا، کثرتِ مطالعہ اور ورزش نہ کرنے کی وجہ سے نوجوانی ہی سے اسکی صحت خراب ہونی شروع ہوگئی تھی، لیکن اس نے کبھی اس بات کی پرواہ نہ کی، وہ ہر بات کو خاموشی کیساتھ برداشت کرنے کا عادی تھا، پس علالت کو بھی خاموشی ہی سے برداشت کیا، جب طبیعت زیادہ مضمحل ہوئی تو کچھ دوا کرلی، چند روز مطالعہ نہ کیا، جب ذرا بحال ہوئی پھر وہی مشقِ جنون شروع ہوگئی، اسکی مشہور تصانیف تمامتر علالت ہی کے زمانہ میں مکمل ہوئیں، تصنیف کے علاوہ خط و کتابت کا سلسلہ بھی وسیع پیمانہ پر جاری تھا، کیونکہ جو لوگ اس سے ملنے نہیں آسکتے تھے وہ بذریعہ خطوط اپنی مشکلات حل کرتے رہتے تھے، ۱۶۷۲ء

میں اس کے نہایت مخلص دوست اور رفیق قلبی جین ڈی وٹ اور اس کے بھائی کو لوگون نے اس بنا پر سرِ راہ قتل کردیا کہ وہ دونوں اس شکست کے بانی مبانی تھے، جو ڈچ افواج کو فرنچ کے ہاتھون نصیب ہوئی جب اسپنوزا نے یہ خبر سنی تو ایک دم فلاسفر سے آدمی بنگیا، زار زار رویا اور کپڑے پہنکر قاتلون کے مجمع عام میں مذمت کرنے اور ڈی وٹ کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے جانا چاہتا تھا کہ لوگون نے پکڑ لیا اور زبردستی کمرے میں بند کردیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مجمع غصہ میں بھرا ہوا ہے اور جو شخص بھی ڈی وٹ کی حمایت کرتا ہوا آئیگا خواہ ہاتھ سے یا زبان سے، اس کا حشر وہی ہوگا جو ڈی وٹ کا ہوا، بہرکیف اس واقعہ سے اسپنوزا کی جرأت اور خلوص کا اندازہ کافی ہوسکتا ہے،

۱۶۷۶ء میں لائب نیز، جو ارسطو کے بعد یورپ میں دوسرا ہمہ گیر قابلیت کا انسان گزرا ہے، اور نہ صرف منطق و فلسفہ بلکہ الٰہیات، ریاضی، تاریخ، سیاست دانی، قانون اور ادب میں ید طولیٰ رکھتا تھا، اسپنوزا سے ملنے آیا، افسوس یہ ہے کہ اس ملاقات کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہوتے، ہاں لائب نز نے اپنی نوٹ بک میں بضمن تذکرۂ ملاقات، اسپنوزا کا حلیہ بھی درج کیا تھا، یعنی وہ دُبلا، پتلا، زیتونی رنگ کا آدمی تھا، صورت سے تپ دق کا مریض معلوم ہوتا تھا، ہسپانی یہودیوں کی سی شباہت تھی، اس کے آگے ایک سطر یہ بھی ہے کہ وہ مختصر سے کمرے میں جو آرایش سے قطعی معرا ہے، دن رات تن تنہا، مطالعہ اور تصنیف میں مشغول رہتا ہے،

لائب نز کا تعارف پورے طور سے تو اُسی وقت ہوگا، جبکہ اس کی زندگی اور فلسفہ پر ایک مضمون لکھوں گا (انشاء اللہ) سردست اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ لائب نز طبقۂ فلاسفہ میں ویسا ہی خوش قسمت تھا جیسا طبقۂ شعراء میں داغ دہلوی، بیشک دولت ثروت اور وجاہت دنیوی کے لحاظ سے لائب نز ایک شہزادہ تھا، بیچارے اسپنوزا کس شمار و قطار میں تھا، لیکن کیرکٹر اور ذاتی خوبیوں کے لحاظ سے اسپنوزا اس قدر بلند اور ارفع تھا کہ بعض عیسائی مصنفین نے اس کا درجہ حضرت یسوع کے بعد قرار دیا ہے، اس سے اس کی بلندی کا اندازہ لگا لیجیے،

سنہ ۱۶۷۶ء کے وسط مین آخری علالت کے آثار شروع ہوگئے، اگرچہ اس وقت اسکی عمر صرف چوالیس سال کی تھی مگر اس کے احباب بخوبی واقف تھے کہ ع

ایسے بیمار کا مشکل ہے سلامت رہنا

اس کے پھیپھڑے برسون سے کمزور چلے آتے تھے لیکن اب اکثر تنفس مین دشواری پیدا ہونے لگی، اور نوشت وخواند مین بھی اختلال رونما ہوگیا، احباب اور اطبا نے کہا "اب مطالعہ ترک کرنا چاہیئے" اس نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا، تپ دق آج سے نہین بلکہ بائیس سال سے ہے، ع

آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

اب تو میرے لیے قلم ہاتھ سے رکھنا ناممکن ہوگا، غرضکہ اپنی آخری کتاب کو بدقت تمام دسمبر سنہ ۱۶۷۶ء مین ختم کیا اور بحفاظت تمام اس کے مسودہ کو صندوق مین بند کرکے چابی مالکۂ مکان کے سپرد کی کہ میری وفات کے بعد یہ صندوق اور کنجی جان ریو ورز پبلشر دیک سیلر ایسٹرڈیم کو سونپ دینا، اگر اسپنوزا نوشت وخواند بند کردیتا تو شاید دو چار سال اور جی جاتا لیکن شبانہ روز مصروف رہنے کی وجہ سے تمام طاقت زائل ہوگئی، سنہ ۱۶۷۷ء کی ابتدا سے صاحب فراش ہوگیا، ۲۲ فروری سنہ ۱۶۷۷ء کو اتوار کے دن مالکۂ مکان نے گرجا جانے سے قبل اس کی حالت کمرہ مین آکر دریافت کی، جواب دیا، اچھا ہون آپ میری وجہ سے اپنی عبادت ترک نہ کرین، مالکۂ مکان نے ڈاکٹر میئر کو خبرگیری اور معالجہ کے لیے بلایا، اور گھر کے سب لوگ گرجے چلے گئے، واپس آکر کیا دیکھتے ہین کہ قطرہ واصل بدریا ہوچکا ہے، آناً فاناً مین یہ خبر تمام شہر مین پھیل گئی اور ہر شخص جو سنتا تھا، اسپنوزا کے آخری دیدار کے لیے قبرستان کی راہ لیتا تھا، جنازہ کے ساتھ مجسٹریٹ، کوتوال، اطبا، علما، طلبا، اور احباب کا جم غفیر تھا، قبرستان مین ہر مذہب وملت کے لوگ جمع تھے، یہ نظارہ اس تعصب اور تنگ نظری کے زمانہ مین نہایت عجیب تھا، لیکن اسپنوزا کے مذہب کے عین موافق کیونکہ

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

موجودہ فرمانروایان عرب

(۲)

عسیر

سید محمد بن علی ادریسی

از

مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

عسیر حکومت عسیر یمن کے متصل اور اس سے چھوٹی حکومت ہے، سید محمد بن علی ادریسی یہان کے حکمران ہین، عسیر کے حدود اربعہ یہ ہین، مغرب مین بحر احمر، شمال مین الوقنہ، جنوب مین حدیدہ، مشرق مین کوہستان یمن، مجموعی رقبہ مربع میل کے حساب سے بتانا مشکل ہے، تاہم قیاساً شمال سے جنوب تک ۵۰ میل طول، اور مشرق سے مغرب ۴۰ میل عرض ہے، اور وہ حصہ جو میدی اور جیزان کے آگے عقبہ سے متصل ہے، عرضاً ۸۰ میل مین پھیلا ہوا ہے، اس طول وعرض مین ۲۰ لاکھ نفوس آباد ہین، مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی سنیون مین شوافع اور شیعون مین جعفری اور اسمٰعیلی اور غیر مذاہب مین پارسی، یہودی اور ہندوون پر مشتمل ہے،

عسیر مین ادریسیون کی تاریخ عسیر کی ادریسی حکومت کا سلسلۂ نسب مراکش کے ادریسی خاندان سے ملتا ہے جس نے وہان مدتون سلطنت کی ہے، عرب مین اس سلسلہ کی دعوت اس کے مشہور صوفی بزرگ احمد بن ادریس سے شروع ہوتی ہے، یہ ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۵۸ء مین فاس (مراکش) کے ایک مقام بلدہ عرائش مین پیدا ہوے، نسباً یہ حسنی سادات ہین، فاس مین علوم ظاہری کی تکمیل کی، اور باطنی فیض شیخ عبد الوہاب تازی سے حاصل کیا، اور برسون علما و مشائخ کی صحبت مین رہکر یگانۂ روزگار ہوے، رفتہ رفتہ ان کی شہرت

اور روحانیت کا دائرہ وسیع ہونے لگا، اسی زمانہ مین یہ حج کے لیے مکہ آے، اتفاق سے اسی سال سید محمد سنوسی مغربی بھی آے ہوے تھے، یہ حضرت سید احمد سے بہت متاثر ہوے اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا، اس سے ان کی شہرت مین اور اضافہ ہوا، اس کے بعد یمن کے مشہور و معروف سید عبد الرحمن بن سلیمان اہدل مفتی زبید مکہ آے، یہ حضرت سید احمد بن ادریس کے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے، ان پر آپکے باطنی فیض کا بہت گہرا اثر پڑا، اور وطن لوٹ کر ان کی دعوت شروع کر دی، کچھ دنون کے بعد حضرت سید احمد یمن گئے اور زبید مین عبد الرحمن کے مہمان ہوے، یہان ان کے کمالات کا بڑا شہرہ ہوا، اور جوق در جوق علما و مشائخ آکر اکتساب فیض کرنے لگے، بیس دن قیام کے بعد زبید سے تہامہ گئے اور یہان سے گھوم پھر کر حدیدہ، مراوعہ، باجل ہوتے ہوے صبیا روانہ ہوگئے، اور یہان مستقل گھر بنا لیا، اس سیاحت نے ہر مقام پر نہایت گہرا اثر ڈالا، اور ان تمام مقامات کے علما و مشائخ نے ان کی دعوت شروع کر دی، اور چند دن کے اندر اندر تہامہ اور عسیر ان کے غلغلہ سے گونج اٹھا، صبیا مین شیخ ابراہیم ان کے مرید خاص تھے، ان پر خاص نظر توجہ رہتی تھی، سنہ ۱۲۵۳ھ مطابق سنہ ۱۸۳۷ء مین زبید مین وفات پائی،

اس وقت تہامہ اور عسیر مین طوائف الملوکی تھی، اس کا کچھ حصہ اور قنفذہ سے مخا تک ابراہیم پاشا (خلف محمد علی پاشا خدیو مصر) کے زیر اقتدار تھا، لیکن یہان کے باشندے ان کی حکومت ناپسند کرتے تھے، اور جنگ کا سلسلہ برابر جاری تھا، کامل ۲۰ سال سے یہ خلفشار برپا تھا، بالآخر سنہ ۱۸۴۰ء مین لندن کی موتمر کے فیصلہ کے مطابق[1] ان کو تہامہ اور عسیر کو خالی کرنا پڑا، اس وقت امراے عرب مین سے شریف محمد بن عون شریف مکہ، شریف حسین بن علی حاکم ابی عریش، اور امام یحیی ان مقامات کی سیادت کے خواہش مند تھے، ان مین شریف ابی عریش زیادہ مدبر اور با اقتدار تھے، چنانچہ ابراہیم پاشا نے ایک مقررہ سالانہ خراج پر تہامہ کی زمام حکومت ان کے سپرد کر دی، لیکن شریف حسین کا طرز حکومت نہایت جابرانہ تھا، یہ چاہتے تھے کہ یمن اور عدن دونون پر قبضہ کر کے امام

[1] اس کی تفصیل سلطنت نجد کی حالات مین آے گی،

یحیی اور انگریزون کو نکال دین، چنانچہ دونون سے مدتون جنگ جاری رہی تا آنکہ رعایا ان کے مظالم سے سخت تنگ آگئی، اور سنہ ۱۸۴۹ء مین پھر ترکون نے یمن اور عسیر پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی، توفیق پاشا نے حدیدہ مین فوجین اتار دین، اور شریف حسین کو اپنے قدیم مرکز ابی عریش مین واپس ہو جانا پڑا، حدیدہ کے بعد ترکون نے تہامہ کے ایک حصہ پر قبضہ کر کے صنعا کی طرف قدم بڑھایا، لیکن قبضہ نہ پا سکے، بلکہ تہامہ مین پھر قدیم انتشار پیدا ہو گیا، ادریسیون نے اس اضطراب سے فائدہ اٹھا کر اپنی روحانی سیادت کے ذریعہ سے اپنی حکومت قائم کرنے کی کوششین شروع کین، اور ان کے داعی ہر طرف پھیل گئے، زائرین اور عقیدتمند صبیا آنے لگے اور ان کے ذریعہ سے ادریسیون نے شریف ابی عریش پر قبضہ حاصل کر لیا، پھر قبائل کے ذریعہ ترکون کو مغلوب کرنے کی کوشش کی، لیکن بظاہر ان کو کوئی کامیابی نہین ہوئی لیکن اتنا فائدہ ضرور ہوا، کہ انکا قدم پہلے سے بہت زیادہ جم گیا،

موجودہ امام | باقاعدہ سلطنت موجودہ[1] امام سید محمد بن علی ادریسی نے قائم کی، یہ سنہ ۱۸۷۶ء مین صبیا مین پیدا ہوے، اور جامع ازہر مین تعلیم حاصل کی، یہان سے فراغت کے بعد جا کر مغرب مین شیخ سنوسی سے پڑھا، پھر سوڈان آے اور احمدیہ طریقہ کے شیخ الطریقہ شیخ ہارون الکمال کی لڑکی سے شادی کر لی، انھین مصر کی آب و ہوا اور تعلیم و تربیت نے بڑا حوصلہ پیدا کر دیا تھا، چنانچہ یہ سوڈان سے پھر عسیر واپس آئے، اس وقت یہان طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، آزاد قبائل تاخت و تاراج کرتے پھرتے تھے، عسیر کے جنوبی حصہ مین ترکون کی کمزور سی حکومت قائم تھی لیکن سرداران قبائل ان سے سخت برہم تھے، کیونکہ ترکون کی حکومت ان کے مشاہرون پر قائم تھی، اور اس زمانہ مین وہ مشاہرہ دینے مین بھی لیت و لعل کرتے تھے، ادریسیون نے اس زرین موقع سے فائدہ اٹھا کر سرداران قبائل کو محمد بن علی کی طرف مائل کر دیا، اور ان کی مدد سے قبائل پر ایک گونہ ادریسی سیادت قائم ہوگئی، مزید توثیق کے لیے انھون نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو قبیلہ مطیع ہوتا اس کے کچھ آدمی رہن کے طور پر اپنے قبضہ مین کر لیتے، تاکہ وہ خیانت اور عہد شکنی نہ کر سکے، پھر رفتہ رفتہ اس سیادت کا دائرہ شمال مشرق کی طرف وسیع کرنا شروع کر دیا، اور بہت سے قبائل ابہا کے قلعے مین ان کے علم کے نیچے جمع ہوگئے، گو قبائل پر بڑی عد[illegible] ان کی

[1] سنہ ۱۹۲۳ء مین ان کا انتقال ہوگیا، آجکل ان کے لڑکے امام علی بن محمد حکمران ہین، سنہ ۱۹۰۵ء مین دنقلہ مین پیدا ہوے، اور صبیا مین اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور سنہ ۱۹۲۳ء مین تخت عسیر پر بیٹھے،

سیادت قائم ہوگئی تھی، لیکن ابھی تک حکومت کی باقاعدہ شکل نہ پیدا ہوئی تھی، اس کا موقع ۱۹۱۲ء مین اٹلی اور ترکون کی جنگ مین ملا، اسوقت سید محمد بن علی نے اٹلی سے اسلحے کر ترکون کے خلاف انکو مدد دی، اسکا فائدہ یہ ہوا کہ عسیر اور تہامہ مین ترکی قوت بالکل کمزور پڑ گئی، اور محمد بن علی کا اقتدار بہت بڑھ گیا، پھر ۱۹۱۵ء مین انگریزون سے معاہدہ کیا جسکی رو سے انگریز انکو اسلحہ اور مال سے مدد دیتے تھے، اور عسیر کے بندرگاہون کی حفاظت کرتے تھے، انگریزون کو اس سے یہ فائدہ پہنچا کہ ادریسی ترکون کے مقابلہ مین ان کے مددگار رہینگے، اس معاہدہ کے بعد ہی سید محمد بن علی کے چچانے ترکون پر حملہ کرکے ان کو سخت شکست دی، اور انکی فوجین مشرق مین صعدہ اور شمال مین تہامہ اور اور قنفذہ تک بڑھتی چلی گئین، اور سید محمد بن علی کی حکومت قائم ہوگئی، محمد بن علی نہایت مدبر اور عاقبت اندیش تھے، یہ اپنے آس پاس کی تمام قوتون کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنے لگے، زرانیق کو ترکون کے خلاف، شوافع کو زیدیون کے خلاف، قبائل کو اشراف کے خلاف، اور انگریزون کو ان سب کے خلاف کام میں لاتے تھے، ذاتی مفاد ہمیشہ پیش نظر رہا، جس قوت کا ساتھ دینے مین ان کی حکومت کو تقویت پہنچتی فوراً اس کیساتھ ہوجاتے، خواہ اس سے عربی قومیت کو نقصان ہی کیون نہ پہنچ جاے، چنانچہ جنگ عظیم مین انھون نے ترکون کے خلاف اتحادیون کی پوری مدد کی، اس صلہ مین اختتام جنگ کے بعد ان کے حدود سلطنت بہت وسیع ہوگئے، جنگ عظیم کے قبل جنوب مین ان کی سلطنت وادی لعین سے آگے نہ تھی، اور جنگ کے بعد دفعۃً حدیدہ تک وسیع ہوگئی، اسی کے ساتھ تحیہ، صلیف، باجل، عبال بھی ان کو مل گئے،

حدیدہ حدیدہ کا اوپر جہان کہین ذکر آیا ہے، وہ امام یحیی کے تعلق یا اس کی عمرانی حیثیت سے تھا، لیکن جنگ عظیم کے بعد سے حدیدہ امام ادریسی کے پاس ہے، اور اس سے حکومت عسیر کو بہت گہرا تعلق ہے، اسلیے اس تعلق کو بھی معلوم کرلینا چاہیے ورنہ حکومت عسیر کے متعلق معلومات ناقص رہجائینگے، اس وقت حدیدہ کی پوزیشن اس حسین دوشیزہ کی ہے، جس کے بہت سے گاہک ہون اور ان مین محبت کے جذبہ سے زیادہ رشک وحسد کا غلبہ ہو، گو انگریزون نے اپنے مفاد کے خیال سے اسکو امام ادریسی کے حوالہ کر دیا ہے، لیکن درحقیقت وہ اب بھی متنازعہ فیہ ہے اور انگریز، سید ادریسی اور امام یحیی تینون مین کشمکش جاری ہے، اسی لیے ادریسی کو خود اپنے قبضہ پر اعتبار نہین ہے، اور وہ اس کی ترقی کے لیے کوئی سیاسی اور اقتصادی قدم نہین بڑھاتے مین انگریز بھی علی الاعلان ان پر قبضہ کرنا نہین چاہتے، کیونکہ یہ انکی بساط سیاست کا نہایت مضبوط مہرہ ہے، اگر قبضہ کرلین تو ادریسی اور یحیی کیساتھ کھیل خراب جائیگا، غرض حدیدہ بالکل معلق حالت مین ہے، اسکی آبادی بھی اس بارہ مین مذبذب ہے، تجار کا ایک طبقہ امام یحیی کو چاہتا ہے، وہ انگریز اور ادریسی دونون سے ناخوش ہے، کیونکہ جنگ کے زمانہ مین اسکو جو نقصان پہنچا اسکا تاوان دونون مین سے کسی نے نہیں دیا، شافعی آبادی امام یحیی کو مطلق نہین چاہتی، وہ ادریسی سے مطمئن ہوسکتی تھی، لیکن ان کے دور مین بھی حدیدہ کی تجارت اور رونق مین کوئی اضافہ نہین ہوا، اس لیے وہ بھی مذبذب ہے، انگریزون کے ابتدائی قبضہ کے زمانہ مین عام تجار خصوصاً ہندوستانی تاجران کے قبضہ سے بہت خوش تھے، لیکن ایک ہی سال کے بعد ان کی راے بالکل بدل گئی چنانچہ حدیدہ کی حکمبرداری کے تصفیہ کے وقت جب یہان کے باشندون سے راے لی گئی، تو سب نے باتفاق ترکون کی حکومت کی خواہش کی لیکن یہ ایسی خواہش تھی جسکا پورا ہونا محال تھا، پھر انھون نے حکومت مصر سے الحاق کی خواہش کی لیکن یہ بھی نہ ہوسکا، اور حدیدہ والون کی مرضی کے خلاف حدیدہ امام ادریسی کے حوالہ کر دیا گیا، انھون نے حدیدہ کے تجار کو بلایا، یہ ان سے خوش نہ تھے، اس لیے ٹال گئے، دوبارہ حاکم حدیدہ نے اپنے محل مین بلا بھیجا، یہ لوگ آیے اور جیسے ہی محل کے اندر گئے، فوراً فوج نے جو پہلے سے متعین تھی گرفتار کرکے جیزان روانہ کر دیا، اور ترکون کی حمایت کے جرم مین سات مہینہ قید رہے، سات مہینہ کے بعد بعض تاجرون نے روپیہ دیکر گلو خلاصی حاصل کی، اور بعضون نے لڑکون کو ضمانت مین داخل کرکے رہائی پائی، اس وقت حدیدہ بظاہر امام ادریسی کے قبضہ مین ہے لیکن عملاً انگریزون کا قبضہ ہے[1]

تجارتی حالت حکومت عسیر کے پاس چونکہ حدیدہ جیسا بڑا بندرگاہ ہے، اسلیے یہان تجارت کو بہت فروغ حاصل ہے،

[1] معارف:- لیکن آجکل حدیدہ پر امام یمن نے قبضہ کر لیا ہے،

خصوصاً حدیدہ مین بڑی تجارتی چہل پہل ہے، اس کے بعد میدی کا نمبر ہے، یہ مقام بازارون سے بھرا ہوا ہے، ہر طرف تجارت اور صنعت و حرفت کی گرم بازاری ہے، یہان ملک کے ہر حصہ کے تاجر آتے ہین، اسکی تجارت کا بڑا حصہ اسلحہ اور غلامون کی تجارت پر مشتمل ہے، امام یحیٰی بھی یہین سے اسلحہ خرید تے ہین، موتی اور تل کے تیل کی تجارت بھی ہوتی ہے، اس کی تجارتی ترقی کا سبب یہ ہے کہ یہان جنگی نہین ہے، اس لیے اکثر دور دراز کے تاجر بھی اس راستہ سے آتے جاتے ہین، چنانچہ حجاز کے تاجر اسی راستہ سے جدہ سامانِ تجارت لیجاتے ہین، محرم کے مہینہ مین تجارت تیز رہتی ہے، انگریزی حکومت کے سخت احتساب کے باوجود یہان اب تک بردہ فروشی بند نہین ہوئی ہے، مغربی علاقہ کے جہاز آتے ہین، اور بکتے ہین، انگریزی قنصل متعینہ حدیدہ پوری روک تھام کرتا ہے، لیکن سیکڑون غلام اسکی لاعلمی مین بک جاتے ہین، میدی کے بعد جیزان کا بازار بھی ہے، اس کی آبادی کل ۶ ہزار ہے، یہان شاہی قلعہ اور اس مین کبھی کبھی سید ادریسی آکر رہتے ہین، اس لیے اس کا شمار پایہ تخت مین ہوتا ہے، زمانہ جنگ کے ابتدائی دو سالون مین صرف یہی مقام تجارت کے لیے کھلا تھا، اس لیے اس وقت یہان کی تجارت بہت فروغ پر تھی؛ اس کے بعد پھر میدی منتقل ہوگئی لیکن پھر بھی سلطانی قیام گاہ کی وجہ سے چونکہ اس کی حیثیت مرکزی ہے اسلئے مغرب اقصیٰ، مصر، عسیر اور تمام جنوبی اور شمالی تہامہ کے باشندے یہان تجارت کے لیے آتے ہین گو یہان بظاہر کوئی بڑا بازار نہین ہے لیکن پھر بھی بڑی چہل پہل رہتی ہے اور چاندی سونا برستا رہتا ہے، جیزان کے بعد باجل مین بھی کسی قدر تجارت ہے، یہان کی ایک خصوصیت نہایت تعجب انگیز ہے، یہان کی عورتین بہت آزاد ہین زندگی کی کشمکش مین مردون کے دوش بدوش نظر آتی ہین، ان کے قد موزون خد و خال دل آویز ہین، اور نہایت آزادی کے ساتھ خرید و فروخت کے لیے بازارون مین چلتی پھرتی ہین، کھیتون مین مردون کے ساتھ کام کرتی ہین مہمانون کی میزبانی کے فرائض انجام دیتی ہین، غرض زندگی کے ہر شعبہ مین ان مین ایک حرکت نظر آتی ہے، ایسا نسوانی مظاہرہ جزیرۃ العرب مین باجل کے سوا کہین نہین نظر آتا، ان کی اس آزادی اور چل پھر سے یورپ اور امریکہ کا دھوکا ہوتا ہے،

محاصل | عسیر مین یمن کی ایسی شادابی نہین ہے، اس لیے غلون مین زیادہ گیہون ہی پیدا ہوتا ہے، پیداوار مین دسوان حصہ حکومت لیتی ہے، تجارتی منڈیان بکثرت ہین، اور میدی کے علاوہ سب مقامات پر چنگی سے حکومت کو کافی آمدنی ہوتی ہے، خصوصاً لونڈی غلامون کی تجارت آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے، بیسیون جہاز آتے ہین، اور حکومت فی غلام ۲۵ ریال ٹکس لیتی ہے، قدرتی محاصل مین نمک کی کانین بکثرت ہین، خصوصاً صلیف کی کان بہت مشہور ہے، جنگ عظیم کے قبل یہ کان ایک انگریزی کمپنی کے ٹھیکہ مین تھی، اگر حکومت ان کانون سے فائدہ اٹھانا چاہے، تو بہت معقول آمدنی ہو سکتی ہے، بہر حال حکومت عسیر کی موجودہ آمدنی کم و بیش ۵۰ لاکھ روپیہ سالانہ ہے،

فوج | ادریسی کی فوجی قوت کچھ زیادہ اچھی نہین ہے، اس لیے وہ انگریزون سے میل جول ضروری سمجھتے ہین امن و سکون کی حالت مین صرف پانسو آدمی شہرون مین پولیس کی جگہ رہتے ہین، خواہ ان کو پولیس کہا جائے، یا فوج لیکن باجل مین مختصر سی فوج رہتی ہے، اور محمد طاہر رضوان اس کے سپہ سالار ہین، البتہ جنگ کے زمانہ مین شیوخ اور سرداران قبائل کے ذریعہ سے تیس چالیس ہزار آدمی ان کے علم کے نیچے جمع ہو جاتے ہین، یہ لوگ قدیم مجاہدین کی یاد تازہ کرتے ہین ان مین کا ہر سپاہی اپنے خورد و نوش کا سامان سواری اور اسلحہ ساتھ لاتا ہے، جو کمی ہوتی ہے، اسکو حکومت پورا کرتی ہے، اور جنگ کے زمانہ بھر ان کو تنخواہین ملتی ہین، اس کے علاوہ مالِ غنیمت مین علحدہ حصہ ملتا ہے،

دوسری قومون سے تعلقات | امرائے عرب مین ادریسی کے تعلقات امام یحیٰی کے ساتھ بہت خراب ہین، جنکا سدھرنا بہت دشوار ہے، حتی کہ ان کی رعایا مین بھی امام کے خلاف نہایت نفرت انگیز جذبات موجود ہین، وہ لوگ امام کا نام نہایت حقارت کے ساتھ لیتے ہین، سید ادریسی کا بیان ہے کہ جنگ عظیم سے قبل دونون کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے، اور ایک دوسرے کی امداد کا معاہدہ تھا، لیکن امام یحیٰی نے اسکی پابندی نہین کی، جسکی وجہ سے ادریسی کو سخت نقصان پہنچا ہے، اس کے ثبوت مین وہ واقعات پیش کرتے ہین کہ ترکون نے جب یمن پر حملہ کرنا چاہا تو ادریسی نے تہامہ مین انکو روک دیا، دوبارہ پھر جب جنگ عظیم کے دوران مین ترکون نے ان کے حدود حکومت سے گذر کر شمال جانب سے یمن پر حملہ کی کوشش کی، تو پھر ادریسی نے روکا لیکن جب انھون نے یمن کے پہاڑی علاقہ سے عسیر پر حملہ کیا تو امام یحیٰی

نے کوئی مزاحمت نہین کی جس سے حکومت عسیر کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، ان واقعات کے بعد دونون مین خط و کتابت بھی ہوئی، لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، اسی لیے ادریسی کو امام یحیٰی کے نقصان پہنچانے مین بالکل باک نہین ہوتا گو ان کے یہان باقاعدہ فوج نہین ہے لیکن جو زیدی سپاہی یمن چھوڑ کر عسیر آتا ہے ادریسی اسکو معقول تنخواہ پر رکھ لیتے ہین، ان کے تعلقات انگریزون کے ساتھ بظاہر اچھے ہین، لیکن درحقیقت ادریسی کو ان سے کسی قسم کا خلوص نہین ہے، وہ صرف اپنے فائدہ کے لیے ان سے ملے ہوے ہین، انگریز مال اور اسلحہ سے ان کی مدد کرتے ہین اور امام یحیٰی کے مقابلہ مین ان کے کام آتے ہین، اس لیے وہ ان کا سہارا لیے ہوئے ہین، لیکن ان کی دوستی پر ان کو مطلق اعتبار نہین ہے، چنانچہ بہت سے ایسے مواقع پر جہان انکے اور انگریزون کے مفاد مین تصادم ہوتا ہے، ادریسی مطلق ان کے مفاد کا لحاظ نہین کرتے ہین، وہ علی الاعلان انگریزی قنصل کے سامنے کہتے ہین کہ میری طرح انگریزون کو کسی نے قبضہ مین نہین کیا ہے، مین نے ان کو نچا نچا دیا ہے،

بعض قبائل عسیر کے باشندون مین قدیم عرب کے تمام خصوصیات موجود ہین، شجاعت و شہامت، فیاضی اور مہمان نوازی کی وہی آن قائم ہے، زرانیق مین یہ شجاعت نہایت بری شکل مین نظر آتی ہے، ترکون کے زمانہ مین بھی قتل و غارت گری ان کا پیشہ تھا، چنانچہ یہ ان کے وظائف بھی لیتے تھے، اور تار کا سلسلہ بھی کاٹ دیتے تھے اور بحری و بری تاخت و تاراج کرتے پھرتے تھے، یہ لوگ روپیہ کے دوست ہین، ترکون کے زمانہ مین انگریزون سے اسلحے لے کر ترکون کے خلاف ان کو مدد دی، پھر امام یحیٰی سے روپیہ لیکر مل گئے، پھر انگریزون کی گرفتاری مین فوراً کے ساتھ ہو گئے اور آخر مین ان کی چھیڑ اسنے والی جماعت مین پیش پیش تھے، غرض ان کا عجب حال ہے، لیکن اس کے باوجود ان کا نظام بہت مکمل ہے، متمدن حکومتون کی طرح ان کے جاسوس حدیدہ، باجل اور یمن وغیرہ مین پھیلے ہوے ہین، اور ڈاکہ زنی مین بھی ضابطہ اور نظام کے پابند ہین، ایک مرتبہ سید ادریسی اور انگریزون سے بگڑے ہوئے تھے، جاسوسون نے خبر دی کہ حکومت کی دو کشتیان حدیدہ سے یمن جا رہی ہین، چنانچہ حملہ کرکے ان کے اسلحہ چھین لاے، بعد کو معلوم ہوا کہ ایک کشتی حکومت کی تھی بلکہ حدیدہ کے کسی تاجر کی تھی، چنانچہ اس کا سامان فوراً جاکر واپس کر دیا،

سادات ادریسی حکومت کی وجہ سے یہان جابجا سادات کی بستیان ہین، اور عموماً یہ لوگ آزاد ہین، جہالت کے سبب سے ان کی اخلاقی حالت پست ہے، حدیدہ کی مشرقی جانب ان کی ایک بستی ہے، اسمین تمام تر سادات آباد ہین، تمام اطراف مین ان کی تعظیم پرستش کی حد تک ہوتی ہے، خواہ کیسا ہی جاہل سید کیون نہ ہو، لیکن اسکی دست بوسی ہر شخص پر فرض ہے، اس صورت حال نے ان مین اور زیادہ خراب عادتین پیدا کر دی ہین، سادات کشکول لے کر بازار نکل جاتے ہین، اور جس دوکان سے جو چاہتے ہین بلا قیمت اٹھا لیتے ہین، کوئی روک نہین سکتا، اس طرح غلہ، ترکاری، گوشت اور مٹھائی سے کشکول بھر کے واپس آجاتے ہین، ان مین سیادت کا اتنا غرور ہے کہ اگر کوئی سید اہل بیت کے علاوہ کسی اور گھرانے مین شادی کرلے اور اس کے بطن سے بچہ پیدا ہو تو اس عورت پر ضروری ہے کہ ماں ہو کر بھی روزانہ اپنے سید زادہ بیٹے کی دست بوسی اور قدمبوسی کرے، اور لڑکا اس کو لونڈی سے زیادہ وقعت نہ دے، عیاذاً باللہ،

لیٹن رسم الخط

اور

فارسی زبان

از آقا سید محمد علی پروفیسر نظام کالج

یورپین تہذیب وتمدن نے ایشیائی دل ودماغ پر جو تسلط واقتدار حاصل کرلیا ہے اُسکا ایک نتیجہ یہ ہے کہ ایشیائی ممالک مین جو رسم الخط جاری تھے، اب لیٹن رسم الخط مین ان کے بدلنے کا خیال عام طور پر ترقی کرتا جاتا ہے، اور ترکون نے اوسکو اسی رسم الخط مین بدل بھی دیا ہے، ایران مین بھی فارسی رسم الخط کو بدل کر اسی لیٹن رسم الخط کے اختیار کرنے کی تحریک نشو ونما پارہی ہے، اور عجب نہین کہ اس کے بعد اردو رسم الخط کے بدلنے کی بھی تحریک پیدا ہو،

آقا سید محمد علی پروفیسر نظام کالج نے شعبہ جامعہ معارف ایران کے ایک جلسے مین اس موضوع پر ایک مبسوط تقریر کی ہے جس مین علمی حیثیت سے فارسی اور لیٹن رسم الخط کا موازنہ کیا ہے اور دونون کے عیب وہنر دکھائے ہین، اور آخر مین یہ فیصلہ کیا ہے کہ فارسی زبان کے لیے موجودہ فارسی رسم الخط سے بہتر کوئی دوسرا خط نہین ہوسکتا، چونکہ اردو رسم الخط بھی بعینہ فارسی رسم الخط کی نقل ہے اس لیے اُن کے تمام دلائل فارسی رسم الخط کی طرح اردو رسم الخط پر بھی منطبق ہوتے ہین، اس مناسبت سے ہم ان کی تقریر کا خلاصہ معارف مین درج کرنا مناسب سمجھتے ہین،

(عبد السلام ندوی)

فارسی زبان کے رسم الخط مین تبدیلی پیدا کرنے کا خیال ایران مین پچاس سال سے پھیلا ہوا ہے، اور اس خیال کے پھیلانے مین سب سے زیادہ نمایان شخصیت مرزا ملکم خان نظام الدولہ کی ہے، لیکن

وہ اس رسم الخط مین صرف اصلاح کا خواہشمند تھا، کلیۃً اس کے بدل دینے کا خواہان نہ تھا، تاہم ایران مین ہمیشہ ایک جماعت فارسی زبان کے لیے لیٹن رسم الخط کے اختیار کرنے کی حمایت کرتی رہی ہے، اور اب جبکہ ہمارے ترک بھائیون نے اس رسم الخط کو ترکی زبان کے لیے اختیار کرلیا ہے، یہ جماعت اور بھی زیادہ قوت پکڑ گئی ہے، یہ مسئلہ درحقیقت نہایت اہم ہے، کیونکہ اس وقت عربی، فارسی، ترکی، اردو مسلمانون کی مخصوص زبانین ہین، اور ایک کا اثر دوسرے پر پڑ سکتا ہے، اگر آج فارسی رسم الخط کو لیٹن رسم الخط مین بدل دیا جائے تو کل عربی کا بھی یہی حال ہوگا، اور عربی کے بعد اردو کی نوبت آئے گی،

لیٹن پہلے رومیون کی زبان تھی لیکن رومی سلطنت کے مٹ جانے کی وجہ سے یورپ کی جو جو سلطنتین قائم ہوئین تو انھون نے رومیون کے رسم الخط کو بعینہ قائم رکھا اور جرمنی انگریزی فرنچ، اٹالین، اور جرمن وغیرہ زبانین اسی خط مین لکھی جاتی ہین، البتہ خود لیٹن زبان ایک مدت دراز سے مردہ ہوچکی ہے، اور اس زبان کی صرف چند کتابین باقی رہ گئی ہین، جو مدرسون مین پڑھائی جاتی ہین لیکن ان کتابون کے الفاظ کا تلفظ ہر زبان مین بالکل مختلف ہے، فرنچ تلفظ اور، انگریزی تلفظ اور ہے، البتہ اٹلی والون کا تلفظ اصل لیٹن زبان کے تلفظ سے ملتا جلتا ہے، تاہم چونکہ اصلی لیٹن زبان مردہ ہوچکی ہے، اس لیے یہ کسی کو معلوم نہین کہ لیٹن حرف کی اصلی آوازین کیا تھین؟ مثلاً " a " ایک لیٹن حرف ہے، جو انگریزی زبان مین کبھی الف فارسی کی آواز کبھی زبر ہندی کی آواز اور کبھی واؤ فارسی کے مشابہ آواز دیتا ہے، لیکن اٹالین زبان مین اس سے صرف الف فارسی کی آواز نکلتی ہے، اسی طرح انگریزی زبان مین " g " کبھی گاف فارسی کی آواز دیتا ہے، اور کبھی کوئی آواز ہی نہین دیتا، لیکن اٹلی والون کی زبان مین وہ کبھی کاف کی صدا دیتا ہے اور کبھی بے آواز رہتا ہے،

اب جبکہ لیٹن حروف کی اصلی آوازین فنا ہوچکی ہین، تو ہم کو یورپ کی کسی موجودہ زبان کی آواز اختیار کرنی پڑیگی، یعنی اگر ہم فرنچ، یا انگریزی، یا اٹالین یا جرمن یا دوسری زبانون کا رسم الخط اختیار کرین تو ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ ان زبانون کی آوازین فارسی زبانون کی آوازون کے مطابق ہین یا نہین؟ اور اگر مطابق

ہین، تو اس زبان والون نے جب اپنی زبان کے لیے لیٹن رسم الخط کا انتخاب کیا ہے تو حروف کی آوازون کے تناسب کا لحاظ رکھا ہے یا نہین؟ اس بنا پر ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ہم پہلے لیٹن حروف اور ان کی آوازون کو، پھر فارسی زبانون کی آوازون کو بتائین تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ لیٹن خط فارسی زبان کی آوازون کو ادا کر سکتا ہے یا نہین،

ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ لیٹن زبان اور اس کے حروف کی آوازین فنا ہو چکی ہین، اس زبان کے بچے کھچے جو چند الفاظ رہ گئے ہین، ان کا تلفظ یورپ کی ہر قوم اپنی زبان کے تلفظ کے مطابق کرتی ہے، صرف اٹالین تلفظ لیٹن تلفظ سے ملتا جلتا ہے، اس لیے ہم لیٹن حروف اور اس کی آوازون کو اٹالین ادیبون کے تلفظ کے مطابق اس جگہ درج کرتے ہین،

لیٹن زبان کے حروف اور انکی آوازین — لیٹن زبان مین دو قسم کے حروف ہین، ایک اصلی اور دوسرے اعرابی، چنانچہ ہم ان دونون قسم کے حروف کو بہ ترتیب لکھتے ہین،

حروف اصلی

	حروف	آواز		حروف	آواز
۱	B	ب	۱۰	N	ن
۲	C	ک، چ، س	۱۱	P	پ
۳	D	د	۱۲	Q	ک
۴	F	ف	۱۳	R	ر
۵	G	ج۔گ	۱۴	S	س
۶	H	ک (دوگاہے بے صدا)	۱۵	T	ت
۷	J	ی	۱۶	V	و
۸	L	ل	۱۷	Z	ز
۹	M	م	۱۸	X	کس

ان اٹھارہ حروف مین تین حروف یعنی H - Q - X مکرر ہین، اور ان کی کوئی خاص آواز نہین ہے، بلکہ "H" "ہ" کی آواز، اور "Q" "ک" کی آواز دیتا ہے، جو اعرابی حروف ہین جیسا کہ آگے آئیگا، "X" کاف اور سین کی مخلوط آواز دیتا ہے، حالانکہ ہر کاف اور سین دونون کے لیے علحدہ حروف ہین یعنی S اور C، اس بنا پر اگر اٹھارہ حروف مین سے یہ تینون مکرر حروف نکال دیئے جائین تو پندرہ حروف باقی رہ جاتے ہین، جو حروف اعراب کے ساتھ جمع ہوتے ہین،

حروف اعراب — لیٹن خط کے حروف اعراب یہ ہین،

	آواز	حروف
۱	الف اور زبر کے درمیان آواز دیتا ہے،	a
۲	یاے ماقبل مفتوح کی آواز دیتا ہے	E
۳	یاے ماقبل مکسور کی آواز دیتا ہے	i
۴	واو معروف کی آواز دیتا ہے	U
۵	الف فارسی کی آواز دیتا ہے،	O

۶ اب اگر ان پانچون حروف اعراب کو پہلے پندرہ حروف اصلی کے ساتھ جمع کرین تو ۲۰ حروف ہوتے ہین، اس لئے لیٹن خط صرف ۲۰ آوازون کو ادا کر سکتا ہے، حالانکہ فارسی زبان مین ۳۰ آوازین ہین، اس لیے لامحالہ دس آوازون کو انھی ۲۰ حروف سے ادا کرنا پڑیگا، اور اسکی صورت یہ ہوگی کہ دس حروف سے دو آوازین ادا کیجائینگی، یا انھی ۲۰ حروف سے ترکیب دے کر مرکبات بنائے جائین گے، اور ہر مرکب بغیر کسی مناسبت کے ایک آواز کے لیے معین کر دیا جائے گا،

زبان فارسی کی آوازین اور علامتین — فارسی رسم الخط مین ۲۷ علامتین لکھی جاتی ہین،

ا ب پ ت ث ج چ ح خ د ذ ر ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵

گ، ل، م، ن، و، ہ، ی ـَ (زبر) ـِ (زیر) ـُ (پیش) ـّ (تشدید) ـْ (جزم)
۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷

ان مین آٹھ حروف یعنی (ث ح ص ض ط ظ ع ق) جو عربی مین مخصوص آواز رکھتے ہین فارسی مین مکرر ہین، اور دوسرے حروف کی آواز دیتے ہین، مثلاً ث اور ص س کی، ح، ہ کی، ض اور ظ، ز کی، ط، ت کی، ع الف کی اور ق، غ کی آواز دیتا ہے اسلیے اگر ان ۳۷ علامتون مین سے آٹھ کو نکال دیا جاے تو ۲۹ باقی رہجاتی ہین،

موجودہ فارسی زبان مین ذال ز کی آواز دیتا ہے، گو قدیم زمانے مین پہلوی زبان مین اسکی ایک مخصوص آواز تھی، لیکن اب خود اسکی کوئی آواز نہین ہے، اس لیے موجودہ فارسی مین حرف ذال مکرر ہے، اور اب اس کے نکالنے کے بعد ۲۹ علامتون مین سے صرف ۲۸ باقی رہجاتی ہین،

فارسی خط مین جزم (ـْ) کی بھی کوئی آواز نہین ہے، اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نیچے جو حرف ہے اس کا کوئی اعراب نہین ہے بلکہ وہ اپنی اصلی آواز دیتا ہے، تشدید کی بھی کوئی آواز نہین ہے، اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نیچے کا حرف مکرر پڑھا جائیگا، لیکن اگر وہی حرف مکرر لکھدیا جاے تو تشدید کی ضرورت نہ ہوگی اب اگر ان دونون بے آواز علامتون کو بھی نکال دیا جاے تو ۲۶ علامتین باقی رہجاتی ہین، جو اپنی مخصوص آواز رکھتی ہین، لیکن زبانِ فارسی مین چار آوازین اور ہین جو اس طرح پیدا ہوتی ہین کہ اعراب کی دو قسمین ہین،

(۱) حرکات کے ساتھ اعراب مثلاً زبر و زیر و پیش،

(۲) حروف کیساتھ اعراب مثلاً الف، واو اور ی کے ساتھ جیسے باد، بود اور بند مین الف، واؤ اور ی اعرابی حروف ہین، اب ۲۶ آوازون پر ان تینون آوازون کے اضافے کے بعد ۲۹ آوازین ہوجاتی ہین،

فارسی زبان مین واو کی بھی دو قسمین ہین،

(۱) وہ واو جو دونون ہونٹھون سے اپنی آواز دیتا ہے، مثلاً شو اور قول

(۲) وہ واو جو نیچے کے ہونٹھ اور اوپر کے دانت سے آواز دیتا ہے، مثلاً ور زیدن کا واؤ تو اب اگر واو کی اس آواز کا بھی اضافہ کردین تو فارسی زبان کی مجموعی آوازین ۳۰ ہوتی ہین اور اس لحاظ سے فارسی خط مین ان تیس آوازون کے مقابل مین ۳۰ علامتین ہونی چاہئیین حالانکہ ایسا نہین ہے، بلکہ صرف ۳۷ علامتین ہین جنمین گیارہ علامتین یعنی (ث، ح ذ ص ض ط ظ ع، ق ـْ (جزم) ـّ (تشدید) بے آواز ہین، اور بقیہ ۲۶ علامتین آواز دیتی ہین، چار علامتین کم ہین کہ انھی ۲۶ حروف مین سے (الف ری) دونون دو آواز دیتے ہین اور ایک حرف (و) تین آواز دیتا ہے، اور یہ فارسی زبان کا ایک نقص ہے،

اب ہم فارسی زبان کی تیسون آوازون کے مقابل مین لیٹن حروف کو لکھتے ہین تا کہ یہ معلوم ہوسکے کہ کتنی آوازین بے حرف رہ جاتی ہین،

	آواز فارسی	لیٹن حرف		آواز فارسی	لیٹن حرف
۱	الف اصلی	O	۱۰	ر	R
۲	الف اعرابی	ندارد	۱۱	ز	Z
۳	ب	B	۱۲	ژ	ندارد
۴	پ	P	۱۳	س	S
۵	ت	T	۱۴	ش	ندارد
۶	ج	G	۱۵	غ	ندارد
۷	چ	C	۱۶	ف	F
۸	خ	ندارد	۱۷	ک	Q
۹	د	D	۱۸	گ	ندارد

	آواز فارسی	لیٹن حرف		آواز فارسی	لیٹن حرف
۱۹	ل	L	۲۵	ھ	ندارد
۲۰	م	M	۲۶	ی (اصلی)	ژ
۲۱	ن	N	۲۷	ی (اعرابی)	أ
۲۲	و (از دو لب)	ندارد	۲۸	ـَ زبر	ندارد
۲۳	و (از لب پائین و دندان بالا)	V	۲۹	،، زیر	ندارد
۲۴	و (اعرابی)	U	۳۰	و (پیش)	ندارد

خط فارسی کے نقائص

فارسی خط کا پہلا نقص جیسا کہ بیان کیا گیا یہ ہے کہ اس مین اگیارہ علامتین بے آواز ہین؛ اور چار آوازون کے لیے اس مین مخصوص علامتین نہین ہین،

دوسرا نقص یہ ہے کہ حرکات اعرابی کے لیے حروف سے الگ علامتین ہین، جو حروف کے ساتھ نہین لکھی جاتین بلکہ حروف کے اوپر اور نیچے لکھی جاتی ہین، جس سے تحریر مین زحمت ہوتی ہے اور وقت زیادہ صرف ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انکو لکھا نہین جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بے اعراب تحریر کو صرف منتہی پڑھ سکتے ہین مبتدی اور غیر اہل زبان کو اس کے پڑھنے مین دشواری پیش آتی ہے،

ایک اور نقص یہ ہے کہ الفاظ کے حروف نہ کلیۃً الگ الگ لکھے جاتے، نہ کلیۃً ملا کر لکھے جاتے؛ بلکہ بعض الفاظ مثلاً "دود" کے حروف الگ الگ، بعض الفاظ مثلاً "گفت" کے حروف ملا کر اور بعض الفاظ مثلاً "شاہ" کے کچھ حروف الگ الگ اور کچھ حروف ملا کر لکھے جاتے ہین، اور اس صورت مین یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ اگر کاتب الفاظ کے درمیان کوئی فاصلہ نہ چھوڑے، تو بعض الفاظ کے بعض حروف، پہلے لفظ کے بعض حروف سے مل کر پڑھنے مین دشواری پیدا کرتے ہین، یہی وجہ ہے کہ فارسی الفاظ کے پڑھنے کے لیے زیادہ علم کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس کے پڑھنے لکھنے مین وقت زیادہ صرف ہوتا ہے.

فارسی خط مین یہ نقص بھی ہے کہ اس مین ٹائپ کے حروف اس کثرت سے ہین کہ ایک صفحہ کے چھاپنے کے لیے سیکڑون حروف کی ضرورت ہوتی ہے، اور ان کے کمپوز کرنے کے لیے بھی مہارت درکار ہے، اس کے برعکس لیٹن خط مین الفاظ الگ الگ وقت مین چھپتے ہین، اس لیے زیادہ حروف کی ضرورت نہین ہوتی، اور کمپوز کرنے مین بھی آسانی ہوتی ہے،

فارسی خط مین نقطون کی کثرت بھی ایک نقص پیدا کر دیتی ہے،

اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ خط فارسی ناقص ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس ناقص خط کا بدل کیا ہو سکتا ہے؟ دنیا کے تمام خطوط ناقص ہین، یہانتک کہ لیٹن خط خود رومی زبان کے لیے ناقص ہے، کیونکہ رومی زبان مین ۲۰ سے زیادہ آوازین ہین جو لیٹن خط کے احاطہ سے باہر ہین، اس وقت یورپ کے اور خط بھی ناقص ہین مثلاً انگریزی زبان مین ۳۲ آوازین ہین لیکن انگریزی زبان کے خط مین صرف ۲۶ حروف ہین جو ۲۲ آواز دیتے ہین، بقیہ دس آوازین انھی حروف کی ترکیب و تکرار سے نکلتی ہین جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انگریزی خط فارسی زبان سے بھی زیادہ ناقص ہے، چنانچہ اس کے ثبوت مین ہم انگریزی خط کو پیش کرتے ہین :-

	آواز	حروف		آواز	حروف
۱	ب	B	۱۰	ن	N
۲	د	D	۱۱	پ	P
۳	ف	F	۱۲	ر	R
۴	ج. گ	G	۱۳	س	S
۵	ہ	H	۱۴	ت	T
۶	ج	J	۱۵	و (از لب زیرین و	V
۷	ک	K	،،	دندان بالا)	W
۸	ل	L	۱۶	و (از دو لب)	
۹	م	M	۱۷	ز	Z

انگریزی زبان کے اصلی حروف مین چار حرف یعنی C. Q. X. Y کی کوئی مخصوص آواز نہین ہے، بلکہ حرف C کبھی S کی اور کبھی K کی آواز Q، K کی آواز X دو حروف یعنی H اور S کی آواز اور Y - i "کی آواز دیتا ہے، جو اعرابی حرف ہین'

انگریزی زبان کے اعرابی حروف حسب ذیل ہین'

۱ A کبھی فتحہ فارسی کی آواز دیتا ہے اور کبھی الف اور فتحہ کے درمیان کی آواز FATHER FAT

۲ E - کبھی کسرہ کی آواز دیتا ہے، اور کبھی یاے معروف کی MEN. ME

۳ i - کبھی یاے ماقبل مفتوح کی اور کبھی یاے معروف خفیف کی آواز دیتا ہے MINE, MILK.

۴ O - کبھی الف فارسی کی آواز دیتا ہے اور کبھی واو معروف کے مشابہ آواز دیتا ہے NOT, NOTE

۵ U - کبھی زبان اردو کے فتحہ کی آواز دیتا ہے اور کبھی یو کی BUT, TIME

اب اگر حروف اعراب کی ان دس آوازون کو حروف اصلی کی سترہ آوازون کے ساتھ جمع کر دین تو ستائیس آوازین ہوتی ہین، ان کے علاوہ انگریزی زبان مین ش، چ، ژ، ث اور ذال کی آوازین بھی ہین، مثلاً WITH AZURE, CHURCH SHUT اس لیے اگر ان ستائیس آوازون پر ان پانچ آوازون کا اضافہ کرین تو ۳۲ آوازین ہوتی ہین، اور یہ تمام آوازین ۲۲ حروف سے بلا تناسب ادا ہوتی ہین،

ان تمام مباحث کے بعد آقاے موصوف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ فارسی زبان کے لیے موجودہ فارسی خط سے زیادہ کوئی خط موزون نہین ہے، اور اسی سلسلے مین فارسی خط کی متعدد خوبیان گنائی ہین جنمین اس کی سب سے بڑی خوبی خوشنویسی ہے، ایشیا کے فنون لطیفہ مین یہ ایک بہت بڑا فن ہے، اور اسمین متعدد صاحب کمالون نے شہرت حاصل کی ہے، اور ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابین اور قطعے مختلف عجائب خانون کی زینت ہین، اگر اس خط کو بدل دیا گیا، تو ایشیا کے ایک مخصوص فن کا خاتمہ ہوجائیگا،

پیرس کے اُردو مخطوطون کی فہرست

از

مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی ایم. آر. اے. ایس، ایف. آر. ایس. اے. (لندن)

تاریخ ہند کا مبتدی بھی اس سے واقف ہے کہ فرانسیسیون کا تعلق ہندوستان کے ساتھ کب شروع ہوا، انگے ساتھ ساتھ جہان ملک گیری ہوتی رہی، وہان ملک گیری کے ساتھ جہان کے نایاب ذخیرے بھی یورپ کو منتقل ہوتے رہے، منجملہ دیگر اشیاء کے ایک قلمی کتابین ہین جو آج بھی پیرس کے قومی کتب خانہ ببلیوتھک نیشنل BIBLITHEQIIE مین موجود ہین، عربی، فارسی، سنسکرت، مرہٹی، تلنگی سے قطع نظر کرکے ہم کو صرف اردو سے بحث کرنی ہے،

فرانس کا محقق اردو، گارسی ڈی تاسی ہے جس کے خطبات کا ترجمہ رسالہ اردو، اورنگ آباد مین نواب مسعود جنگ بہادر نے شائع کیا ہے، خیال یہ تھا کہ گارسی ڈی تاسی کا پورا کتب خانہ پیرس کے قومی کتب خانہ مین منتقل ہوا ہوگا، مگر ایسا نہین ہے، صرف چند مخطوطے اس کے یہان آئے ہین، اس کا پورا کتب خانہ کیا ہوا؟ کدھر گیا؟ کسی کو اس کا علم نہین ہے،

موجودہ زمانہ مین فرانس کے پروفیسر سنسکرت موسیو جوالبلاق اس کی تلاش مین ہین، ممکن ہے، پتہ چل جائے،

معلوم ہوتا ہے، ڈی تاسی کے مرنے پر اس کے ورثہ نے کتب خانہ کی حفاظت نہین کی، اور وہ منتشر ہوگیا، چنانچہ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ مین ولی کا جو دیوان ہے وہ ڈی تاسی کی ملک رہا ہے، اس پر اس کے نوٹس بھی ہین، بہرحال افسوس ہے، اردو مخطوطون

کی یورپ کو منتقل کے بعد بھی حفاظت نہین ہوئی !!

پیرس کے قومی کتب خانہ کے اردو مخطوطون کی کیٹلاگ ۱۹۱۲ء مین شائع ہوئی ہے جس کا مصنف (A.CABATON) ہے، یہ کیٹلاگ، انڈیا آفس یا برٹش میوزیم کے کیٹلاگ کی طرح صراحت و وضاحت سے نہین ہے، اور پھر کئی حیثیت سے نامکمل اور غیر صحیح ہے،

اول تو یہ کہ اردو مخطوطون کو ہندوستانی سے (INDIEN) موسوم کرکے جو فہرست بنائی گئی ہے اس مین (۲۸۱) کتابین ہین مگر منجملہ ان کے صرف (۵۱) اردو مین، باقی سنسکرت، مرہٹی، تلنگی، تامل، فرنچ وغیرہ مین، طرفہ یہ ہے کہ سنسکرت، مرہٹی، تلنگی وغیرہ کے بھی علحدہ کیٹلاگین مین، منتظمین کتب خانہ کے حسب بیان ہندوستانی (INDIEN) سے صرف اردو مخطوطے مراد ہین، اس سے واضح ہے غیر اردو کو اردو سے موسوم کرنا کس قدر غلطی ہے،

دوسری فروگذاشت یہ ہوئی ہے کہ کئی ایک مخطوطے جو ایک دوسرے کے ساتھ مجلد ہین، ان کا ذکر بھی نہین ہے، اس طرح کئی کتابین کیٹلاگ سے مفقود ہین، اور جب تک کتابون کو دیکھا نہ جائے کچھ معلوم نہین ہو سکتا،

تیسری فروگذاشت یہ ہے کہ اندراج فہرست مین کوئی خاص ترتیب فن یا حروفِ تہجی وغیرہ کی نہین رکھی گئی ہے جس کے باعث کسی خاص کتاب کی تلاش مشکل سے خالی نہین،

ان کے سوا کتابون کے نام، مصنفین (جو صرف چند ہین) کے نامون کے متعلق بھی غلطیان تھین، منتظمین کتب خانہ کو جب ان امور سے آگاہ کرایا گیا تو انھون نے خاص طور پر مجھے اس امر کی اجازت دی کہ کتب خانہ کے صرف اردو مخطوطون کی فہرست مرتب کر دون،

ظاہر ہے یہ کام علاوہ دقت طلب ہونے کے کافی دقت کا مقتضی تھا، بہرین ہم فن کے لحاظ سے ایک فہرست مرتب کر دیگئی جو غالباً طبع کیجائے گی،

ناظرینِ معارف کی آگاہی کے لیے یہان کے اردو مخطوطون کی فہرست کا انتخاب ذیل مین پیش

مذہبی

(۱) خلاصۃ المعاملات ۔ ورق (۴۲) سطر (۱۵) مصنف سہیل، منظوم
(۲) انواع العلوم ۔ ورق (۱۳۰) سطر (۱۵) مصنف سہیل، منظوم،
(۳) فقہ ہندی ۔ ورق (۱۲) سطر (۱۲) " امین "
(۴) فرائضِ نفس ۔ ورق (۱۸) سطر (۱۳) " "
(۵) نورنامہ ۔ ورق (۱۰) سطر (۱۵) مصنف الٰہی بخش "
(۶) انتخاب الکتب ۔ ورق (۵۲) سطر (۱۵) " کمال الدین "
(۷) نافع المسلمین ۔ ورق (۷۹) سطر (۱۶)
(۸) رسالہ عقائد ۔ ورق (۱۳) سطر (۲۳) " محمد باقر آگاہ "
(۹) ہدایت نامہ ۔ ورق (۱۰) سطر (۲۳) " "

تاریخ

(۱۰) عاشورنامہ ۔ ورق (۵۰) سطر (۱۱) مصنف ۔ عبدالملک، " سنہ تصنیف ۱۰۰
(۱۱) نکات الشعرا ۔ ورق (۵۳) سطر (۱۵) مصنف ۔ میر تقی میر "
(۱۲) گلشنِ ہند ۔ ورق (۱۵۲) سطر (۱۷) " مرزا علی لطف "
(۱۳) تاریخِ آسام ۔ ورق (۱۳۶) سطر (۱۵) " سید بہادر علی حسینی "

یہ احمد شہاب الدین کی تاریخِ آسام کا (جو ۱۰۷۳ھ مین مرتب ہوئی تھی) ترجمہ ہے جس کو سید بہادر علی حسینی نے ۱۸۰۵ء مین کیا ہے،

(۱۴) ہشت بہشت ۔ ورق (۲۱۱) سطر (۲۳) مصنف ۔ محمد باقر آگاہ، "
(۱۵) سری کشن ورق (۴۹۸) سطر (۱۵)

قصص

(۱۶) ترجمہ گلستان۔ ورق (۱۸۰) سطر (۱۱)

(۱۷) نسخہ ثانی۔ (۷۴) سطر (۱۱) صرف باب اول کا ترجمہ ہے،

(۱۸) پدماوت۔ ورق (۲۰۸) سطر (۱۱) مصنف۔ ملک محمد جائسی،

شیر شاہ سوری کے زمانہ مین اول مرتبہ پدماوت بزبان بھاکا مرتب ہوئی ہے، "پدماوت" برہم نے تفصیل سے مضمون لکھاہے جو نیرنگ خیال مین شائع ہواہے، اس وقت یہ "بھاکا" کتاب دستیاب نہین ہوئی تھی، اس لیے اس کی صراحت اس مین نہین ہے، کیمبرج مین بھی اس کا ایک نسخہ ہم نے دیکھاہے، پیرس کا یہ نسخہ ۱۱ رجب سنہ ۱۱۳۲ھ کا لکھا ہوا ہے، پہلا شعر حسب ذیل ہے:-

سنورون آد ایک کرتار و   جین جیو دنیہ کینہہ سنسارو

(۱۹) افسانہ ہندی۔ ورق (۵۶) سطر (۱۵) . . . . نثر

(۲۰) قصہ جنگ امیر حمزہ۔ ورق (۹۶) سطر (۱۲) . . . . نثر

یہ قصہ داستان امیر حمزہ کے سوا ہے، اس مین ۲۲ قصون مین کتاب ختم ہوئی ہے، تاریخ کتابت سنہ ۱۱۹۵ھ

(۲۱) مثنوی سحر بیان۔ ورق (۳۳) سطر (۱۱) مصنف۔ میر حسن۔

(۲۲) دوسرا نسخہ سنہ ۱۲۱۳ھ کا لکھا ہوا ہے،

(۲۳) تیسرا نسخہ سنہ ۱۲۳۱ھ کا لکھا ہوا ہے،

(۲۴) چوتھا نسخہ . . . .

(۲۵) مثنوی راسخ۔ ورق (۳۱) سطر (۱۱) مصنف راسخ سنہ کتابت سنہ ۱۲۳۱ھ

(۲۶) قصہ خاور شاہ۔ ورق (۲۱۶) سطر (۱۱) مصنف۔ غلام حسین۔ منظوم

داستان امیر حمزہ کی طرز پر شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ مین مرتب ہوئی ہے، پہلا شعر:-

کیا کہے اب زبان حمد خدا   ماعرفناک جب نبی نے کہا

(۲۷) مثنوی یوسف زلیخا۔ ورق (۱۴۹) سطر (۱۴) مصنف محمد امین۔

سنہ تصنیف سنہ ۱۱۰۹ھ۔ یہ مثنوی عالمگیر کے عہد مین بھروچ (گجرات) مین لکھی گئی ہے، اس کے متعلق مین نے تفصیل سے علحدہ مضمون لکھاہے، جو "جامعہ" مین شائع ہواہے،

(۲۸) وامق وعذرا۔ ورق (۴۰) سطر (۱۱) منظوم

(۲۹) انشار نورتن۔ ورق (۱۹۳) سطر (۱۵) مصنف محمد بخش مہجور شاگرد "جرأت" غازی الدین حیدر کے زمانہ مین تصنیف ہوئی ہے، سنہ تصنیف سنہ ۱۲۳۰ھ یہ نسخہ خود مصنف کا قلمی ہے،

منظومات

(۳۰) معراج نامہ۔ ورق (۴۳) سطر (۱۵)

(۳۱) دوازدہ ماسہ ورق (۱۵) سطر (۱۱) مصنف کا نام باوجود تلاش نہ معلوم ہوا،

(۳۲) کلیات سودا۔ ورق (۳۳۴) سطر (۹ تا ۱۲) مصنف۔ مرزا رفیع سودا

(۳۳) نسخہ ثانی۔ - - - - - - - - - -

(۳۴) مجموعہ کلام۔ ورق (۲۳) سطر (۱۱) ولی اور سودا کا مختصر انتخاب ہے،

(۳۵) دیوان عاجز۔ ورق (۶۰) سطر (۱۵) عارف الدین خان عاجز کا دیوان ہے، جن کی مثنوی لال وگوہر بھی مشہور ہے، اس کے دو نسخے انڈیا آفس اور ایک نسخہ برٹش میوزیم مین ہے،

(۳۶) دیوان علیم اللہ شاہ۔ ورق (۹۶) سطر (۹) مصنف علیم اللہ شاہ سنہ کتابت سنہ ۱۲۵۷ھ

(۳۷) مجموعہ کلام۔ ورق (۱۷۶) سطر (۹) چند فارسی اور اردو غزلون کا مجموعہ ہے،

(۳۸) راگ ہائے ہندی۔ ورق (۴۵۴) سطر (۱۵)

(۳۹) کلام چراغ علی شاہ۔ ورق (۲۲) سطر (۱۰) مصنف چراغ علی شاہ،

(۴۰) دیوانِ امان۔ ورق (۷۹) سطر (۱۱) مصنف۔ امان۔

(۴۱) تحفۃ النساء۔ ورق (۱۸) سطر (۲۳) مصنف۔ محمد باقر آگاہ،

(۴۲) ریاض الجنان۔ ورق (۷۲) سطر (۲۳) مصنف "

(۴۳) رسالہ فرقہ ہاے اسلام۔ ورق (۷) سطر (۲۳) مصنف "

(۴۴) ہدایت نامہ۔ ورق (۱۰) سطر (۲۳) مصنف "

متفرق

(۴۵) چند خطوط۔ کسی غیر معروف شخص کے چند خطوط ہین، ورق (۱۱) سطر غیر معین،

(۴۶) لغت فارسی و اردو۔ ورق (۱۲۱) سطر (۱۲)

(۴۷) آموز المنشی۔ ورق (۱۷) سطر غیر معین،

(۴۸) چند یادداشتین، ورق (۳۰) سطر (۱۵)

(۴۹) اردو و فرنچ - ورق (۱۰۲) سطر (۱۱)

(۵۰) آئین و قواعدِ افواج کمپنی علاقۂ مدراس۔ ورق (۳۵) سطر (۱۳)

انگریزی فوج مقیمِ مدراس کے متعلق فوجی قواعد اور سزا وغیرہ کے قانون بیان کئے گیے ہین،

(۵۱) نامعلوم الاسم۔ ورق (۱۱۲) سطر (۱۱)

تصوت مین ایک نامکمل کتاب ہے، پنجابی زبان مین لکھی گئی ہے،

یہ ہے کل مخطوطون کی تفصیل جو پیرس کے قومی کتب خانہ مین محفوظ ہین،

آثارِ علمیہ و ادبیہ

شادِ مرحوم کے ڈھائی خط

مقبولِ جنوا کی بیالیس تینتالیس برس کی کمائی یا علمی و ادبی سرمایہ مین کم و بیش ایکہزار خط ایسے محفوظ ہین جنپر دنیاے ادب و انشا کو ناز ہوسکتا ہے۔ ان مین اعزہ و اساتذہ کی تحریرات بھی ہین اور مشاہیر اہل قلم کی بھی، زندگی نے وفا کی تو استعفاے خدمت کے بعد ان جواہر پارون کو انتخاب و ترتیب دیکر قدرشناسون کے نذر کرونگا، ورنہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، لیکن جولائی کے معارف مین "متروکاتِ شاد" کو دیکھکر مرحوم کی یاد تازہ ہوگئی۔ ان کے تین خط تلاش سے اس وقت مل گئے، پیشکشِ احباب ہین، پہلا والا نامہ خود بتاتا ہے کہ کس موقع پر کس تقریب سے لکھا گیا تھا، میرے والد بزرگوار فتحپور مین ڈپٹی کلکٹر تھے، ایک نامور فاضل ادیب و شاعر اور صاحب تصانیف کثیرہ ہونے کی حیثیت سے شاد نے اپنی بعض کتابین ان کو بھیجی تھین، مین ایک نوعمر طالب علم تھا نوآموز و نومشق، شاد کی مثنوی "نوید ہند" پر ریویو لکھا جو شاید زادہ اخبار لکھنو اور ریاض الاخبار گورکھپور (دونون) مین چھپا، مرحوم نے قدرشناسی اور اس ناچیز کی ہمت افزائی فرمائی، دوسرا صحیفہ عطاے خطاب "خان بہادر" کی تہنیت کے جواب مین صادر ہوا تھا، تیسرا (کارڈ) آخری تحریر ہے، جب مین شاد کو اور وہ مجھے بھول چکے تھے، مئی ۱۹۲۴ء کے معارف مین ان کی ایک غزل چھپی، ایک مصرع مین کوئی لفظ چھوٹ گیا تھا، سکتہ سا تھا، مین نے اپنا خیال عرض کیا، آپ نے تصدیق اور اس فروگذاشت کی تصحیح فرمائی،

شاد تو دنیا سے رخصت ہوچکے اور یہ ناچیز شاد و ناشاد ان کے نقشِ قدم پر چلنے کو تیار ہے ع

ما نہ ما نیم و نگیستی سخن از ما ماند

(مقبول صمدانی)

(۱)

مطاعِ محترم من دام معالیکم و بورکت ایامکم ولیالیکم، تسلیم دو عنایت نامے باعثِ مزیدِ شکر گذاری ہوے، ؎

قاصد رسید و نامہ رسید و خبر رسید — در حیرتم کہ جان بکدامی کنم نثار

نادرِ منظور کے عطا فرمانے کا شکریہ دل سے بجا لاتا ہون، مین ایسی بیش بہا اور نایاب کتاب پر ضرور کچھ لکھ کر خدمتِ عالی مین پیش کرونگا، گو اسکی لیاقت نہین رکھتا کہ ایسے باکمالون اور وحیدِ عصر فاضلون کی تصانیف کو سمجھ بھی سکون، آپ کی غائبانہ محبت، لیاقت، ریاست، متانت نے ضرور میرے دل پر انتہا سے زیادہ اثر پیدا کیا، اور مین اس ریویو کا جو نویدِ ہندسی ناچیز کتاب پر لکھا گیا بے انتہا ممنون ہون، میرا ہرگز یہ قاعدہ نہین کہ اپنی غم انگیز کہانی ایسے سنجیدہ اور لائق فائق لوگون کے سامنے لے بیٹھون مگر تعمیلِ حکم کئے بغیر چارہ نہین، قلتِ فرصت سے اگر اختصار ہو جاے تو قابلِ عفو تصور کیا جاؤن، ورنہ اپنے نزدیک اسی مختصر مین کوئی بات اٹھا نہ رکھون گا، انشاء اللہ یہ خیال کر کے کہ آپ بھی اس ہذیان سرائی کو ایک دل لگی سمجھین، اُسکو فصل فصل کر کے لکھتا ہون،

فصل اول نسب کے بیان مین میرا پردادا نواب سید دانش مند خان محمد شاہی امیر الامرا خاندوران کا بہنوئی ہے، خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ کے خاندان مین منسوب ہون، میری دادی قطب الملک سید عبد اللہ خان بارہہ وزیرِ اعظم کے خاندان کی ہے، نانا میرا نواب لطف اللہ خان صادق ہے، جس نے کئی بادشاہانِ دہلی کے ساتھ بڑے بڑے معرکے جھیلے ہین، نانی میری نواب مہابت جنگ صوبہ دار بنگالہ کے خاندان سے ہے، ان لوگون کے حالات موجودہ سب تاریخون مین کم و بیش مندرج ہین، اب تک گورنمنٹ سے مجھکو تنخواہ ملتی ہے، اور بزرگون کا کسی قدر اثاثا بھی میرا وجہ بقاے معیشت ہے،

فصل دوم حالات تحصیل علم مین مین انگریزی مطلق نہین جانتا، اسکی حسرت ضرور ہے، عربی مین صدرا تک بے ترتیب کتابین نکل گئی ہین، چونکہ میرے چچا کا گھر ایرانیون کی فرودگاہ تھا، اس لیے فارسی زبان مین کسی قدر دستگاہ ہو گئی، ہان چودہ

برس راتون کو جاگ جاگ کر سب قسم کی کتابون کو ضرور دیکھ گیا ہون، چاہے کچھ یاد رہا ہو یا نہ رہا ہو، پانچ برس تک اخبار نسیمِ سحر پٹنہ کا آنریری اڈیٹر بھی رہ چکا ہون، پندرہ برس کی عمر سے شاعری کا ناسور پیدا ہوا، اب عمر میری تقریباً ۴۴ سال کی ہے، میری تصانیف علاوہ ان کے جو چھپ گئی ہین، ایک اردو کا دیوان ہے جسمین غزلین دو ہزار سے زیادہ اور اکثر اقسامِ نظم پر مبنی ہے، مین مثنوی کا شاعر نہین ہون، اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ مثنوی کی نسبت میری غزلیت زیادہ ہے، اور مینا کار اس کے بھی یہی تصفیہ فرماتے ہین، غرض کلیاتِ نظم ۴۰ جزون مین اور کلیاتِ نثر ۱۲ جزون مین ہے، میرے شاگرد اکثر صاحبِ دیوان ہین، حکام انگریزی گورنمنٹ مجھکو میرے فن کے ساتھ جانتے اور پہچانتے ہین، یہ احوالات صاف صاف جو تھے وہ عرض کئے گئے، بخدا اسے طرزِ خود ستائی و یادہ گوئی نہین سمجھئے

فصل سوم تنازع اہل وطن کے باب مین ابتداے مشق شاعری مین مین بھی مشاعرون مین شریک ہونے لگا، بعد چندے جو لوگ کہنہ مشق تھے حسد کی نگاہون سے دیکھنے لگے، تھوڑے دنون بعد کچھ لوگ اور بھی ان کے شریکِ احوال ہو گئے، اور ہمیشہ یہی قصد رہا کہ جس طرح ہو سکے اور جہان تک ممکن ہو میری شہرت کو مٹا کر ذلیل و رسوا کرین لیکن کوئی صورت مدتون تک نہ نکلی، یہان تک کہ مین نے ایک کتاب موسوم بہ **نواے وطن** لکھی، اور اتفاق کا بڑا ہو کہ بلا غور و نظرِ ثانی چھپ بھی گئی، اسکو زمانہ پانچ چھ برس کا ہوا، اس کتاب سے میرا اصل مقصد تو فقط یہی تھا کہ میرے ہموطن استعمالِ محاورات اردو مین غلطی نہ کرین گو ضمناً اور بھی مقاصد تھے، قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی شخص کسی چیز کو غلط نہین سمجھ لیتا اصلاح نہین کرتا اسی بنا پر مین نے پہلے اہلِ عظیم آباد و اطرافِ عظیم آباد کے لوگون کے محاورات کی غلطیان ثابت کین، اس کے بعد اس کی اصلاح کو لکھ دیا، ساتھ اس کے یہ بھی ثابت کیا کہ اس زمانہ کے بہ نسبت اگلے زمانہ والون کی زبان نہایت فصیح تھی، اگر ہمارے زمانہ مین بسبب کمی مقدرتِ اہلِ شہر اہلِ دہات کے عروج نے گویا انھین کی زبان کو زبانِ فاتح بنا دیا، تمام شد، یہی تصور مین [illegible] جیسا کہ مثنوی فغانِ دلکش اور نواے وطن کے ملاحظہ سے ثابت ہوگا، اس زمانہ مین انڈین گزٹ ایک اردو اخبار بعض اہل شہر کے چندہ سے یہان چھپتا تھا، اس کے ایک صاحب نئے اڈیٹر ہوے تھے، خدا جانے کیون ان کو

مجھ سے چشمک تھی، انھون نے نواے وطن کا ریویو نہایت معترضانہ بلکہ معاندانہ ومخاصمانہ و نامہذب چھاپا، انھون
نے یہ کہ انھون نے ریویو مین صداقت کو خیرباد کہکر لوگون کے برانگیختہ کرنے کو جابجا اس قسم کے ریمارک دیے کہ مصنف
اہل دہات کو جانور اور بہائم سمجھتا ہے، مصنف اہل دہلی ولکھنؤ تک کو بھی نہین مانتا، مصنف بجز اپنے کسی کو قابل نہین
سمجھتا، مصنف عظیم آباد والون کی زبان کو بدنام کرنے کے لیے وہ کہتا ہے وغیرہ وغیرہ، معاند فرقہ تو اسی انتظار
مین بیٹھا ہوا تھا، ریویو دیکھکر مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا، علی الخصوص وہ نئے انگریزی دان جو میری مخالفت مین اپنی
نام آوری سمجھے ہوے تھے کثرت سے اُس اخبار مین مراسلات بھیجنے شروع کیے، افسوس اس کا ہے کہ صاحبانِ
انصاف نے اُس وقت پوری چشم پوشی کی یعنی اس قصد سے بسبب خوف فتنہ انگیزی زمانہ بالکل پہلو تہی کی، یا اینکہ
نواے وطن کو منگا منگا کر خود ان لوگون نے تصدیق کی کہ مصنف پر نہایت ظلم ہو رہا ہے اور مخالفون کو اپنی
اپنی جگہ پر خوب خوب سمجھایا، مگر وہ حضرات تحریرون سے سخت زبانیون سے کسی طرح باز نہ آئے، چشم پوشی اس خیال
سے کہہ رہا ہون کہ تحریر مخالفانہ کی تردید کسی نے نہین کی، اب کوئی شخص یہ کہے کہ تم نے خود کیون نہین کی، بیشک
یہ صحیح ہے، مگر سخت زبانیون اور گالیون کا جواب مین کیا دیتا، اس مخالفت کا اثر یہان تک پھیلا کہ بعض رؤساے
شہر جو اس اخبار کے معاون تھے یعنی جنکے چندہ سے وہ اخبار چھپتا تھا، میری محبت سے چندہ سے کنارہ کش
ہو گئے اور اخبار بند ہو گیا، جس زمانہ مین اخبار بند ہوتا ہے مخالفین نے سمجھا کہ شاید میری ہی ریشہ دوانی سے بند
ہوتا ہے مجمع کرکے قصد کیا کہ میرے گھر مین آگ لگا دین، مین نے صبر کیا اور گھر کا دروازہ بند کر لیا، خلاصہ یہ ہے
کہ اسکی خبر جناب کلکٹر صاحب بہادر کو ہوئی اور انھون نے بعض مخالفین کو بلا کر دھمکایا اور چشم نمائی کی، غرض
اس کے بعد یہ مادہ یون نکلا کہ اُن مخالفین گروہ نے آپس مین چندہ کرکے مستقل ایک اخبار نکالا جس کا نام
الپنچ ہے، اُس اخبار نے کوئی بات میری نسبت اٹھا نہین رکھی، دو برس تک خوب خوب بھکڑ اور ہجوون سے
کام نکالا، مگر دو برس بعد جب مین نے فغانِ دلکش شائع کی تو بہت سے معاندین اُس سے کنارہ کش ہو گئے
اور اخبار کا زور ٹوٹ گیا، دوسرے یہ ہوا کہ اس اخبار کے سات شخص معین تھے، پہلا شخص موت فجاۃ مین

جوان مرگ ہوا، خدا اس کے گناہون کو بخشے، دوسرے کو بھی موت نے کھینچا، تیسرا شخص ریل مین کچلکر ہلاک
ہوا، لیکن اخبار ابھی تک چلتا ہے، ہر چند زور ٹوٹ گیا ہے، مین خدا اور اسکے رسول برحق کو گواہ کرتا ہون
کہ نہ مین پہلے اس کے عوض کا خواہان تھا، نہ اب ہون، خدا جانے مجھ سے کیا گناہ عظیم سرزد ہوا تھا جسکی
مکافات مجھپر ہوئی، وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی، الحمد آب و ہوا کا
اثر لکھنؤ تک پھیلا، یعنی میرے مخالفین نے اودھ پنچ کو خبر کی کہ علی محمد شاد، منشی امیر احمد وغیرہ کو بھی اپنے نزدیک
ایک ناچیز جانتا ہے، چونکہ آزاد کے اڈیٹر اور الپنچ کے اڈیٹر سے ملاقات تھی اور آزاد کے اڈیٹر اور اودھ پنچ کے
اڈیٹر سے قرابت ہے، اسلیے اس اخبار مین بھی بے واسطہ مجھپر سخت زبانیان ہو گئین، مین ان باتون کو بچشم عبرت
دیکھتا رہا، یہان تک کہ مشیر قیصر نے میری مدد کی اور اودھ پنچ اور آزاد مخالفت سے باز آ گئے، اب دو برس سے
کوئی مخالف تحریر میری نظر سے نہین گذری ہے، ہان مین شکرگذار ہون کہ نصرت الاخبار دہلی اور آفتاب عالمتاب آرہ
نے میری بہت کچھ معاونت کی، اور میرے آنسو پونچھے مگر کیا ہوتا ہے میرا دل ملک والون سے بہت چھوٹ
گیا، میرا خیال ہے کہ مخالفت کی بد آب و ہوا متعدی ہے بخصوص جب محرک موجود ہون اسی طرح موافقت کی
آب و ہوا، ہان اگر اب بھی دو چار خدا ترس دو چار اخبارون مین برابر کوشش کرکے تحریرین چھاپا کرین تو زمانہ
کا رنگ بدل جائے گا، اگرچہ مین اپنی جگہ پر سمجھتا ہون کہ میرے مرنے کے بعد جسکا زمانہ بہت قریب ہے، میرا ماتم
عموماً لوگ کرین گے کیونکہ مین تصانیف کی باقیات الصالحات بہت کچھ چھوڑ جاؤنگا، اور موت میری مخالفت
کو فنا کر دے گی مگر مجھے کیا، **نوید ہند** پر اب تک چار ریویو میری نظر سے گذرے، آزاد دہلوی اور نصرت
الاخبار اور مشیر قیصر اور حضرت مقبول کے گر دل و ہی اور انصاف اسی پچھلے ریویو مین زیادہ تھا، فغانِ دلکش
پر صرف آزاد نے اچھا ریویو لکھا تھا، اگرچہ بہت مختصر تھا مجھے یاد نہ رہا کہ کس پرچہ مین تھا، ایک برس سے البتہ
دیکھ رہا ہون کہ ملک کسی قدر قدر دانی پر آمادہ ہوا ہے، روز دو چار نئے شائق میری کتابون کو مانگ بھیجتے ہین
بعض بہت کچھ تعریفون کے دفتر لکھ کر مجھسے طالب جواب ہوتے ہین، مگر واللہ نہ مجھے فرصت ہے اور نہ مین اسکا

خواہان کہ میری تعریف مجھی سے بیان ہو۔ اگر قدردانی مقصود ہے تو انھین تحریرون کو اخبارون مین شائع کر نا بہتر

آپ نے جس سرگرمی اور لیاقت ومتانت سے مجھ پر توجہ کی ہے مجھکو صرف مسرت نہین بلکہ مین اسکو اپنا فخر

سمجھتا ہون، اور امید ہے کہ آپ اپنی مضبوط اور بلیغ تحریرون سے زمانے کی ہوا کو ضرور بدل دینگے، اپنے والد

ماجد کے حضور اقدس مین اس خادم عقیدت شعار کی تسلیم فرمائی جائے، اور عرض کیا جائے کہ حضرت کے کمال سے

مین پہلے ہی آگاہ ہو چکا ہون، اور رسالہ منظور کی کیا تعریف کرون کہ مستغنی عن الاوصاف ہے، مگر پھر بھی انشاء اللہ کچھ لکھکر حاضر کرونگا،

نوائے وطن انشاء اللہ کل پرسون تک خدمت مین ابلاغ کرتا ہون، زیادہ والتسلیم

میری ہذیان سرائی پر مجھے معاف فرمایئے گا، اصل کیفیت بینی وبین اللہ لکھدی، فقط

۲۱ رجب المرجب ۱۳۰۵ھ مین عظیم آباد   نقہ بمیناہ الفقیر الحقیر السید علی محمد عفا عنہ

یہ عریضہ نہایت جلدی مین لکھا ہے، ضرور غلط ہوگا امیدوار عفو ہون، فقط [1]

[1] دنیا بھی عجیب انقلاب کا مرقع ہے، حضرت شاد جن دیہاتی معترضین کی طرف اشارہ کر رہے ہین، ان مین سے اکثر میرے عزیز و قریب تھے، صوبہ بہار کا دور اول تھا جب پرانی تعلیم کی جگہ نئی تعلیم لے رہی تھی حسن اتفاق سے اس نئے دور کے ہونہار افراد تمامتر قصباتی نوجوان تھے جو عربی تعلیم کی تحصیل کے بعد انگریزی زبان یا انگریزی خیالات سے متاثر تھے، اس جماعت کے ممتاز افراد حسب ذیل اصحاب تھے، مولوی سید عبدالغنی صاحب وارثی مرحوم (متعدد کتابون کے مصنف اور مترجم ہین) مولوی سید رحیم الدین مرحوم (ڈپٹی البنچ) پروفیسر شہباز مرحوم، مولوی سید شرف الدین صاحب جج ہائیکورٹ، حافظ فضل حق آزاد، شمس العلما، حافظ خیب الحق، اس وقت صرف آخری دو صاحب زندہ ہین، باقی ہستیان تاریخ کی داستان بن چکی ہین ان واقعات کیساتھ ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے، مولوی اعظم صاحب ایک بزرگ تھے آخر عمر مین، ان کو مین نے اپنے چھوٹے چچا (مولوی سید ابو یوسف صاحب) کیمراہ جنسے ان کے تعلقات بالکل برادرانہ تھے، ایک دفعہ دیکھا تھا، انھون نے ولایتی بیگم کی دلچسپ وطویل داستان لکھی تھی جو قصہ کیساتھ اپنی زبان کے لحاظ سے بھی بڑی دلچسپ تھی، کہا جاتا ہے کہ مصنف نے یہ کتاب حضرت شاد مرحوم کو نظر ثانی کیلئے دی، شاد مرحوم نے اس کتاب کو اپنے نام سے شائع کر دیا، اور صورۃ الخیال اسکا نام رکھا، اس واقعہ نے اس فتنہ کے بھڑکانے مین باد تند کا کام کیا، خط کے بعض مندرجہ وقتی تصویر کا ایک طرفہ رخ ہین،

تفصیل بالا سے اندازہ ہوگا کہ پٹنہ عظیم آباد اور اسکے اطراف کے مردم خیز دیہات وقصبات مین اسی قسم کی جنگ تھی جیسی لکھنؤ مین کبھی امیر وشوق قدوائی اور عبدالحلیم شرر، اور اودھ پنچ اور دوسرے اصحاب کے درمیان، شہری اور قصباتی کے نام سے برپا تھی،

لیکن شاد مرحوم کے حسن ظن یا اگلے بزرگون کے اختلاف تما اخلاص کا نتیجہ سمجھئے کہ حضرت شاد نے جب اپنا دیوان چھپوانا چاہا تو اطراف عظیم آباد کی ایک دیہاتی قصباتی کو جوان کے مخلص حریفون کا آغوش پروردہ تھا، اسپر تقریظ لکھنے کا اہل سمجھا، اور اپنی آخری تصنیف حیات فریاد اسی کے زیر نظر اشاعت کیلئے وصیت فرمائی، یہ مین ازراہ خود پسندی نہین لکھتا، بلکہ ان بزرگون کی یادگاری کیلئے یہ چند سطرین اس واقعہ کے چالیس پچاس برس بعد لکھ رہا ہون جبکا موقع فریقین سے بیگانہ ایک تیسرے شخص (سید مقبول احمد صاحب) نے اتفاقاً پیدا کر دیا ہے، اب نہ شاد ہین نہ شاد کے حریف، نہ وہ قصبے نہ وہ چھچے، اب نہ وہ چمن ہے، نہ وہ بلبل، نہ وہ بزم ہے نہ وہ شمع،

* نوائے وطن کا وہ نسخہ جو معترضین کے استعمال مین تھا اب کتبخانہ الاصلاح دیسنہ (بہار) مین تبرکاً محفوظ ہے،

ان اعتراضات اور تنقیدون نے شاد مرحوم کو اور زیادہ زبان ومحاورات مین محتاط بنا دیا، اور بالآخر وہ وقت آیا کہ حضرت شاد کی پیشینگوئی پوری ہوئی مرنے کے بعد نہین بلکہ انکی زندگی ہی مین جب مخالفت اور تعصبات کی آندھیان تھم گئین تو انکے شاعرانہ فضل وکمال کا نور ہر طرف چمکتا نظر آیا،

(سید سلیمان ندوی)

مکرمی روحی فداکم (۲)

تسلیم بالتکریم۔ مین آپکو بھول جاؤن سے این خیال است ومحال است مگر بات یہ ہے کہ برسون سے پاؤن مین چکر ہے کبھی ادھر جاتا ہون کبھی کلکتہ شاید اس بیچ مین کوئی سرفراز نامہ آیا ہو اور مجھے نہ ملا، البتہ مین نے نیاز نامہ ارسال خدمت نہ کیا، واللہ مجھے یہی خیال رہا کہ معلوم نہین اندنون آپ کہان تشریف رکھتے ہین، اب پتہ ملگیا اگر اب کوتاہی ہو تو قصوروار ہون، بیشک گورنمنٹ عالیہ نے مجھے خطاب مرحمت فرمایا اور یہ خطاب محض شاعری نے مجھکو دلوایا ہے، ابکی بھی ایک داستان ہے اگر لکھنے بیٹھون تو کتاب ہو جائے جہانتک مجھے معلوم ہے گورنمنٹ نے میرے نظم خیالات کو منتخب کرا کر خوب جچوایا ہے تب یہ اعزاز عنایت کیا، امید ہے کہ اس سے زیادہ قدردانی ہو، مگر میرا وہی خیال ہے ؎

زمین شدیم چہ شد آسمان شدیم چہ شد بچشم خلق سبک یا گران شدیم چہ شد

البتہ مجھکو اس بات کا فخر ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ مین سب سے زیادہ رتبہ ہندوستان کی شاعری کا پست تھا، مگر مین نے اسی کو وسیلہ ترقی قرار دیا، فالحمد للہ علیٰ ذالک،

آپنے متعلق اپنے حالات وکوائف سے مجھی مطلع نہ کیا کہ اندنون آپ کیا کر رہے ہین اور اپنے مرحوم ومغفور والد ماجد کی جگہ پائی یا نہین، مین سب سے زیادہ اسکا مشتاق ہون، خدا آپ کو کامیاب وفائز المرام کرے، آمین،

۱۹ رجنوری ۱۹۱۱ء از عظیم آباد   خاکسار السید علی محمد عفا عنہ

(۳)

میرے مخدوم، تسلیم بہ الوف تکریم، درست فرمایا مصرعہ یون ہے ؎

قدم اٹھتے نہین کیون جانب دیر کسی مسجد مین بہکا یا گیا ہون

معلوم نہین اس غزل کے کتنے شعر چھپے ہین، پندرہ سے زیادہ ہین، اور سب مین ایک مضمون ہے، میرا دیوان میرے پیش نظر چھپنا شروع ہوا ہے، خدا کو علم ہے کہ تا انجام زندہ رہون نہ رہون،

اس سال سے ۸۰ برس عمر کے شروع ہونگے، اللہ ہی اللہ ہے، کبھی کبھی یاد فرما لیا کیجئے، آپ ایسے لوگ اب اس دنیا مین کہان، خاکسار السید علی محمد شاد ۹ رجون ۱۹۲۴ء، پٹنہ

بے اختیار آپ کی طرف دل کھنچتا ہے کوئی باطنی سبب ضرور ہے۔ فقط

اخبار علمیہ

امریکہ مین اثری انکشاف

جنوبی امریکہ مین میکسیکو کا ایک بڑا علاقہ گھنے جنگلون سے بھرا پڑا ہے، وہان آبادی کا نام بھی نہین ہے، اور کسی کو اس بات کا وہم بھی نہین ہو سکتا تھا کہ کبھی یہ علاقہ آباد اور شہرون سے پر ہوگا، مگر گذشتہ چند سال سے ماہرین اثریات نے اسکی طرف توجہ کی ہے اور گذشتہ سال کے آخر تک تقریباً ۲۰ سو آبادیون کا پتہ لگایا ہے، جہان شکستہ عمارتین اور پختہ راستے اپنی قدیم عظمت پر خاموشی سے مرثیہ خوان ہین، اس سال اُنھون نے اپنی تحقیقات کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ اُن علاقون کی (جہان وہ دشوار گذار راستون کی وجہ سے نہین پہنچ سکتے تھے) ہوائی پیمایش شروع کی ہے، اس پیمایش کا ذمہ دار افسر کرنل لینڈبرگ (COL. LINDBERGH) ہے، اور اس نے پہلی ہی پرواز مین تقریباً نصف درجن ویران نئے شہرون کا پتہ لگایا ہے، اس کا خیال ہے کہ اس علاقہ مین ابھی سینکڑون ایسے ویران شہر موجود ہین، جو گھنے جنگلون سے پوشیدہ ہین، اس نئی دریافت سے امریکہ کے اثری حلقہ مین خاص طور سے دلچسپی لیجارہی ہے، کہ اس کے ذریعہ بہت سے نئے معلومات کے حصول کی امید ہے،

(س)

دنیا کی سب سے بڑی ماہر سائنس خاتون

میڈم میری کری، اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ماہر سائنس خاتون تسلیم کیجاتی ہین کہ ریڈیم کی دریافت کا سہرا ان کے، و ان کے خاوند کے سر ہے، انھون نے ۱۹۰۶ء مین اس عجیب وغریب چیز کو دریافت کیا، اور اسی وقت سے اس چیز کی مانگ شروع ہوگئی، میڈم کری دراصل پولینڈ کی رہنے والی ہین، لیکن عرصہ سے پیرس مین مقیم ہین، وہ باہمت ہونے کے ساتھ ہی دل کی بھی بڑی ہین چنانچہ ۱۹۲۱ء مین جبکہ انکی مالی حالت بہت نازک ہوگئی تھی،

تو امریکہ کے ہمدردون نے ان کو ایک گرام ریڈیم اور ایک معقول رقم پیش کی تھی، اُنھون نے ریڈیم ایک اسپتال کو دیدیا اور اس رقم سے ریڈیم خرید کر کے اپنے وطن کے دوسرے شفاخانہ کی نذر کردیا، خود تجربہ اپنی وضع کا بہت بڑا تجربہ باقی مرکز ہے

(ولشا)

رفعت پیما کی ایجاد

اس وقت تک کوئی ایسا آلہ ایجاد نہین ہوا تھا، جس کے ذریعہ ہوا باز یہ دریافت کر سکتا کہ وہ زمین سے کتنی بلندی پر ہے، اور رات کی تاریکی یا کہرے کی کثرت مین جو حادثے ہوتے ہین اُن کی بڑی وجہ یہی ہے، ابتک بلندی پرواز معلوم کرنے کی صرف ایک صورت تھی اور وہ یہ کہ ہوا پیما کے ذریعہ یہ دیکھکر کہ ہوا کا دباؤ کتنا ہے، یہ اندازہ لگایا جاتا تھا کہ اس وقت جہاز زمین سے کتنی دور ہے، مگر فضا کی حالت یکسان نہین رہتی، سردی مین ہوا کا دباؤ بہت بڑھ جاتا ہے، اور گرمی مین اُسی تناسب سے کم ہوجاتا ہے، اس لیے ڈاکٹر الکزنڈرسن نے ایک نیا آلہ ایجاد کیا ہے جس سے بلندی کا صحیح اندازہ ہوسکیگا؛

(س)

نوبل کے سالانہ انعامات

نوبل کے سالانہ مختلف انعامون سے ہندوستان کے اکثر لوگ واقف ہین، اس سال ادب کا انعام جرمنی کے مشہور افسانہ نویس ادیب ہرتھامس من کو ملا ہے، اسکو یہ انعام اس کے افسانہ رڈنبروک (RUDOLENBROOKS) کی وجہ سے دیا گیا ہے،

طبعیات کا ۱۹۲۸ء کا انعام لندن شاہی کالج کے ناظم طبعیات پروفیسر او، ڈبلو، رچرڈسن (PROF O.W. RICHARDSON) کو ملا ہے، اور ۱۹۲۹ء کا انعام پیرس کے ڈیوک ڈی بروگلے (DUC DE BROGLIE) کو دیا گیا ہے، دونون نے برقی ذرات کے متعلق مفید انکشافات کیے ہین،

کیمیا کا ۱۹۲۹ء کا انعام دو ماہرین مین تقسیم کردیا گیا، وہ لندن یونیورسٹی کے مسٹر ارتھر ہرڈن اور اسٹاکہم کے پروفیسر وان ایلور ہین،

(   )

ناگری پرچارنی سبھا کو عطیہ،

بنارس کی بھارت کالا پرشاد نے اپنے تمام تاریخی وتصویری ذخیرہ کو اپنے ہمشہر ناگری پرچارنی سبھا کو دیدیا ہے، اس ذخیرہ کی قیمت ایک لاکھ سے زیادہ ہے، سبھا نے اپنی عمارت کی بالائی منزل جو حال ہی مین ۲۵ ہزار کی رقم سے بنائی ہے، اس کے لیے وقف کردیا ہے، امید کیجاتی ہے کہ یہ ذخیرہ بہت جلد بڑھ جائیگا،

سائنس کے تاریخی آلات،

برطانیہ کے رائل انسٹیٹیوٹ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے عجائب خانہ مین وہ تمام آلات موجود ہین، جن کے ذریعہ اٹھارہوین صدی کے اواخر اور انیسوین صدی کے اوائل کے ماہرینِ سائنس نے جدید انکشافات کئے ہین، اس وقت اس مجلس کی عمارت زیر تعمیر ہے، اس لیے وقتی طور پر یہ ذخیرہ ایک دوسرے عجائب خانہ مین عام نمائش کے لیے رکھدیا گیا ہے، ان آلات کے دیکھنے سے برقیات، کیمیات وغیرہ کی ترقی کے ابتدائی مدارج سامنے آجاتے ہین، یہ مجلس ۱۷۹۹ء سے قائم ہے، اس کے بانی سر بنجمن تھامپسن ہین، یہان دسمبر کی تعطیل مین مشہور ماہرینِ سائنس طلبہ کے سامنے، تقریرین بھی کرتے ہین،

ربڑ کی سڑکین،

اس وقت تک یورپ کے بعض مشہور شہرون مین تجربہ کے طور پر ربڑ کی چھوٹی چھوٹی سڑکین بنائی گئی تھین، مگر اب جبکہ یہ تجربہ کامیاب ثابت ہورہا ہے، اس کو وسیع پیمانہ پر کام مین لایا جارہا ہے، اس سڑک کے دو بڑے فائدے تو یہ ہین کہ ان پر گاڑیون کی آواز بالکل کم ہوگئی، دوسرے برسات کے موسم مین موٹرین پھسلا نہ کرینگی، ان کے علاوہ انتہائی گرمی مین بھی ان سڑکون کو کوئی اثر نہ ہوگا، اور موجودہ سڑکون سے دیرپا ثابت ہونگی،

امریکہ مین حادثات کی کثرت،

ڈاکٹر ایل، ای، ڈبلن کا بیان ہے کہ اس وقت امریکہ اس حیثیت سے سب سے زیادہ بدقسمت ملک ہے، کہ وہان حادثات سے دنیا کے تمام ملکون سے زیادہ موتین واقع ہوتی ہین، ہر لاکھ آدمیون مین ۷۸ انسان مہلک حادثون کا شکار ہوتے ہین، اس کے مقابلہ مین دوسرے ممالک کے اعداد یہ ہین :-

اسکاٹ لینڈ	۵۰	انگلستان و ویلز	۳۸
جرمنی،	۳۶	سویڈن	۳۵
فرانس	۲۹		

یہ ۱۹۲۷ء کا حال تھا، ۱۹۲۸ء مین یہ تعداد اور بڑھ گئی اور صرف موٹر سے اس سال ۲۷۵۰۰ مہلک حادثات پیش آئے، یہ تعداد مجموعی حادثون کا ایک ثلث ہے، اس کے علاوہ عورتون کی موتین بھی بکثرت واقع ہوتی ہین،

انسان کی آیندہ شکل

ڈاکٹر اے، ہارڈلیکا نے فیلی ڈلفیا کی مشہور مجلسِ فلسفہ کے سامنے تقریر کرتے ہوے بتایا کہ اس وقت انسانی ارتقار کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے، وہ بہت تھوڑا ہے، موجودہ انسان کا وجود تیس ہزار سال سے زیادہ کا نہین ہے، اس سے پہلے انسان کس شکل وصورت کے ہوتے تھے، اس کا فیصلہ اب تک نہین ہوسکا ہے، البتہ اس وقت انسان جس طریقہ سے ترقی کررہا ہے، اس کو دیکھتے ہوے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آیندہ چل کر اسکی کھوپڑی پہلے نرم اور بڑی اور پھر سخت ہوجائیگی، اس کے سر کے بال کم ہوجائین گے، اور اس وقت سے زیادہ طویل القامت ہوگا، انسان کو دیو زاد ہونے کے لیے ابھی عرصہ درکار ہے، اسی سلسلہ مین یہ جاننا بھی دلچسپ ہوگا کہ لوگون کے شوقِ پرواز کو دیکھکر بعض اساتذۂ ارتقاے انسانی کا خیال ہے کہ انسانون کے بازو بہت جلد چمگادڑون کی طرح جھلی پیدا کرلینگے،

ریل کے نئے ڈبے

سویڈن اور جنوبی امریکہ کی ریلوے کمپنیون نے اب ایسے ڈبے بنانے شروع کئے ہین جنکی چھت ضرورت کیوقت آسانی سے ہٹادیجاسکتی ہے، اور ان سے بند اور کھلے دونون قسمون کے ڈبون کا کام لیا جاسکتا ہے، دوسرے ممالک مین نہایت تیزی کیساتھ اس کی نقل کی جارہی ہے،

ن،

ادبیات

سخنِ حبیب

از

نواب صدر یار جنگ مولنا حبیب الرحمن خان شیروانی المتخلص حسرتؔ

پردۂ ماہِ رخت زلفِ پریشان تا کے — در تہِ ابر نہان مہرِ درخشان تا کے

اے صبا نفحۂ اُنسے ز ریاضِ طیبہ — وحشت آباد بود این دلِ ویران تا کے

پشتِ پا بر سر و سامانِ من و فارغ برخیز — دردِ سر تا بکجا قصۂ سامان تا کے

نعرۂ ہو زن و در سینہ فگن شورِ نشور — سرخوشِ خواب بود شیرِ نیستان تا کے

خیز و از خونِ جگر تشنہ لبان را بنواز — ماتمِ قیس کند ریگِ بیابان تا کے

کاش از سینۂ مردے شررے باز جہد — دیو پامال کند خونِ شہیدان تا کے

دلِ پاکت صدفِ گوہرِ عرفان آمد — غرقِ بحرِ ہوسِ قطرۂ نیسان تا کے

پردہ از رخ فگن و عرصۂ محشر افروز — لاف از نور زند نیّرِ رخشان تا کے

یارب از قافلہ رفتہ نشانی بنما — چون جرس گرم فغان این دلِ سوزان تا کے

درے از فیضِ ازل بر رخش از فضل کشا

رو بہ دیدار بود حسرتِ حیران تا کے

غزل

مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ال ال بی

دشواریون کو عشق نے آسان بنا دیا — غم کو سرور درد کو درمان بنا دیا

برقِ جمالِ یار یہ جلوہ ہے یا حجاب! — چشمِ اداشناس کو حیران بنا دیا

اس عشقِ سحرکار کا اعجاز دیکھنا — غم کو نشاطِ روح کا سامان بنا دیا

اس جانفزا عتاب کے قربان جایئے — ابرو کی ہر شکن کو رگِ جان بنا دیا

حسنِ نظارہ سوز کی کوئی خطا نہ تھی — مجھکو ہجومِ شوق نے حیران بنا دیا

کھوے ہوؤن کا بھی نہ نشان مل سکا کبھی — راہِ طلب کو بھول بھلیان بنا دیا

اے برقِ حسن تیری اداؤن کے مین نثار — ایک مشتِ خاک کو حرمِ جان بنا دیا

کیا ایک مین آپ مین ہون اس آئینہ خانے مین — مجھکو تو کشفِ راز نے حیران بنا دیا

اے ذوقِ جستجو تری ہمت پہ آفرین — منزل کو ہر قدم پہ گریزان بنا دیا

آنسو کی کیا بساط مگر جوششِ عشق نے — قطرے کو موج، موج کو طوفان بنا دیا

اٹھی تھی بحرِ حسن سے اک موجِ بیقرار — فطرت نے اس کو پیکرِ انسان بنا دیا

کیا رنگ دل کا اے غمِ جانان بنا دیا — ہر نیشتر کو ناوکِ مژگان بنا دیا

موجِ شعاعِ حسن ہو یا اضطرابِ شوق — دونون کو کشمکش نے پریشان بنا دیا

کس کی بہارِ حسن ہے میری نگاہ مین — جس سمت اٹھ گئی چمنستان بنا دیا

کیا مشقِ سوزِ عشق کی حسرت نکالیے — آتشکدے کو بھی تو گلستان بنا دیا

بزمِ ازل سے جھاڑ کے دامن چلا جو مین — ذرون نے اٹھ کے عالمِ امکان بنا دیا

محشر مین نقشِ نامِ محمد نے اے سہیلؔ

داغِ گنہ کو درہمِ ایمان بنا دیا

باب التقریظ والانتقاد

جدید رسالے اور خاص نمبر

گذشتہ چھ مہینے اردو صحافت کیلئے خوش آیند و امید افزا نہ تھے، کہ اس شش ماہی مین ایک آدھ کے سوا کوئی ایسا رسالہ عالمِ وجود مین نہین آیا جو اردو رسائل کی فرسودہ راہ سے ہم کو آگے بڑھاتا، یا کسی خاص موضوع سے متعلق ہمارے معلومات مین اضافہ کرتا، لیکن اس کے ساتھ ہی متعدد رسالون کا جاری ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اردو خوان طبقہ ابھی رسائل کا محتاج ہے، اور اگر واقعی کوئی کارآمد، مفید اور بہتر رسالہ جاری کیا گیا تو اسکا پرجوش استقبال کیا جائیگا،

بہر حال ہمارے پاس اس شش ماہی مین جو نئے رسائل آئے ہین ان کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے:-

ادبی دنیا، چیف ایڈیٹر جناب تاجور نجیب آبادی، قیمت سالانہ للعہ [illegible]، پتہ میکلوڈ روڈ لاہور،

اس ششماہی کے تمام رسالون مین اپنی ظاہری شان، اپنی رنگین و سادہ تصاویر اور اپنے متنوع مضامین کی حیثیت سے اس رسالہ کو اولیت کا درجہ حاصل ہے، اس کا مقصود یہ ہے کہ یہ اردو کا ایک ایسا مقبولِ عام اور پسندیدہ صحیفہ بنے جو موجودہ طرزِ مذاق کے معیار پر پورا اتر سکے، علمی، ادبی، تاریخی، سیاسی ہر صنفِ سخن کے دلدادون کیلئے دلچسپی کا سرمایہ فراہم کرسکے،

اس رسالہ کو جناب سر عبدالقادر کی سرپرستی اور جناب تاجور صاحب جیسے تجربہ کار صاحبِ تحریر کی خدمات حاصل ہین، اس لیے اس سے بہت کچھ توقع کیجا سکتی ہے،

جن، جناب نیاز صاحب فتحپوری، قیمت سالانہ عہ، پتہ مینجر نگار، نظیر آباد لکھنؤ،

رسالہ نگار کے ایڈیٹر تعارف سے بالاتر ہین، مادی دنیا کے حصول کے بعد اب انھون نے روحانی دنیا کی

طرف قدم بڑھایا ہے، اور اپنے ساتھ اپنے ناظرین کو بھی اس نامعلوم عالم سے باخبر کرنے کے لیے یہ رسالہ نکالا ہے، یہ واقعہ ہے کہ روحانیات کے مسائل و واقعات اور تجربون نے گذشتہ نصف صدی مین مغرب مین جو حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا ہے، وہ اس کا طالب ہے کہ ان خیالات کا کم از کم سرسری ہی طور سے اگر عوام کو نہین تو خواص کو علم ہوجائے، مگر لکھنؤ اگر نگار نے اپنی ادبی شاہراہ چھوڑ کر جس طرح ہر مسلّم اور متفق علیہ مسئلہ پر جا و بیجا تنقید شروع کردی ہے، اس کو دیکھتے ہوے یہ ڈر لگتا ہے کہ دیکھین یہ آتشین پیکر اب کس کس خرمن کو خاک سیاہ کرتا ہے، اور کیا یہ بھی اسی جنگ کیلئے ایک نیا میدان تو تلاش نہین کیا گیا ہے،

خضرِ راہ، اڈیٹر حامد علی صاحب ندوی، قیمت سالانہ سے، پتہ:- نیا گاؤن، لکھنؤ،

دار العلوم ندوۃ العلما کے بعض طلبہ نے اس نام کا ایک رسالہ نکالنا شروع کیا ہے، مضامین کے لحاظ سے اس مین ادبی رنگ غالب ہے، اس طرف اس نے بعض مشہور اصحابِ قلم کے مضامین حاصل کرنے مین بھی کامیابی حاصل کی ہے،

مشاعرہ، اڈیٹر جناب نور اللہ محمد صاحب نوری، قیمت سالانہ للعہ، پتہ:- پرانی حویلی، حیدر آباد دکن،

اس رسالہ کا مقصد طرحی غزلون کا شائع کرنا ہی نہین ہے، بلکہ عروض اور فن شاعری پر تنقیدی مضامین کی اشاعت بھی ہے، اس رسالہ نے اس وقت تک اکثر ممتاز شعراء کے کلام کے حصول مین کامیابی حاصل کی ہے، اور اگر شاعری پر اس کے مضامین بہتر قلم سے نکلتے رہے، تو یقیناً بہت مفید و کامیاب ثابت ہوگا،

پیامِ اسلام، اڈیٹر جناب عبد الحق عباس صاحب، قیمت سالانہ سے، پتہ:- انجمن اشاعت اسلام جالندھر شہر

رسالہ کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، انجمن اشاعتِ اسلام جو جالندھر کی تبلیغی انجمن ہے اسکا یہ نقیب ہے، اس مین ترجمۂ قرآن مجید، مذہبی مباحث اور مناظرانہ مضامین کے علاوہ تاریخِ اسلام کے اخلاقی واقعات اور نظم کا بھی حصہ ہوتا ہے، لیکن کبھی کبھی اسمین ایسے مذہبی مضامین بھی شائع ہوجاتے ہین، جنکی بنا پر اس کا اصولی مسلک و مشرب مشتبہ ہوجاتا ہے، اس وقت اختلافی تحقیق سے زیادہ متفق علیہ تحقیقات کی اشاعت کی مسلمانون کو سخت ضرورت ہے،

ادب، مرتبہ سید اعظم حسین صاحب، قیمت للعہ، پتہ بجلی گنج لکھنؤ،

اردو ادب کا یہ ایک نیا رسالہ لکھنؤ سے نکلا ہے، اسمین زیادہ تر ادبا و شعرائے لکھنؤ کے نظم و نثر مضامین شائع ہوتے ہین، ادبی تنقید بھی اس رسالہ کا خاص موضوع معلوم ہوتا ہے، لکھنؤ کی سرزمین ادبی رسائل کے لیے اب تک زمین شور ثابت ہوئی ہے، دیکھنا ہے کہ یہ ادب کی دنیا کب تک آباد رہے،

انکشاف، مرتبہ جناب سید محمد نسیم صاحب انہونوی، قیمت سالانہ عہ، پتہ ہ۔ دفتر ایک آنہ فنڈ لکھنؤ،

ایک آنہ فنڈ کی مجلس، لکھنؤ کی وہ خاموش کارکن جماعت ہے، جسکی وجہ سے وہان کی مسجدون کی رونق و آبادی اور غریب بچون کی ابتدائی تعلیم جاری ہے، اب اس انجمن نے انکشاف کو اپنے ترجمان کی حیثیت سے نکالا ہے، ضرورت ہے کہ رسالہ جس مقدس مقصد کا مبلغ ہے اسی قدر اس کے مضامین اور صورت حال بھی مقدس اور نقہ ہو، یہ رسالہ وقتاً فوقتاً خاص خاص نمبر بھی شائع کرتا رہتا ہے، چنانچہ اس کا عید نمبر عام حیثیت سے برا نہین ہے، اس کی خریداری ہم خرما و ہم ثواب ہے،

ممالک متحدہ کو اپریٹو ماہوار رسالہ، اڈیٹر رائے بہادر ہر پرشاد صاحب وکیل، قیمت سالانہ عہ، پتہ بجنور،

صوبجات متحدہ کی مجلس امداد باہمی کی جماعت عاملہ کا یہ ماہوار رسالہ ہے اور اس مین اسی کے متعلق مختلف مضامین شائع ہوتے رہتے ہین، ضرورت ہے کہ اس رسالہ کو زیادہ دلچسپ اور عام فہم بنایا جائے کہ غریب کسان آسانی سے اس سے فائدہ اٹھا سکین،

رفیق، مرتبہ جناب آغا رفیق بلند شہری، قیمت سالانہ عہ، پتہ ہ۔ فرانسش خانہ بلند شہر

جناب آغا صاحب اپنے مضامین وغیرہ کی وجہ سے اردو خوان طبقہ مین عرصہ سے روشناس ہین، اب انھون نے خود اپنا چھوٹا موٹا رسالہ شائع کیا ہے، رسالہ کے مضامین عام پسند ہین، امید ہے کہ یہ رسالہ اپنی دلچسپ تحریرون کی وجہ سے بجامت کمتر و بقیمت بہتر ثابت ہوگا:

کامیابی، اڈیٹر ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی، قیمت سالانہ عہ، پتہ: حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ دہلی

یہ رسالہ مندرجۂ بالا کتابون کی تجارتی کمپنی کا ترجمان ہے، اس مین ایسے مضامین شایع ہوا کرتے ہین جو انسان کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے مین معاون ہون، اس کے علاوہ تجارت، اخلاق، اور تعلیم کے سلسلہ مین بھی مفید ہدایات درج ہوتی ہین، ڈاکٹر صاحب سے عرض ہے کہ "نقل کفر کفر نباشد" کا پرانا اصول اب نئے زمانہ مین ناقابل تسلیم ہے، آجکل کے متمدن عہد صحافت مین "نقل کفر ہم کفر است" کا اصول رائج ہے، آپ کسی غرض سے کوئی چیز چھاپین، مگر بہرحال ان خیالات کی تبلیغ اور پروپگنڈے مین داخل، اور عذاب و ثواب اور سزا و جزا مین آپ شریک ہو گئے،

ان رسائل کے علاوہ بعض قدیم رسائل نے اپنے خاص نمبر بھی شایع کئے ہین، ان مین مندرجہ ذیل قابل ذکر ہین،

عید نمبر و سالنامہ | **نیرنگ خیال** لاہور، قیمت عہ، نیرنگ خیال اپنے متنوع مضامین، اور تصاویر کی وجہ سے خاص شہرت حاصل کر چکا ہے، وہ ہر سال دو خاص نمبر شائع کرتا ہے، عید نمبر اور سالنامہ، زیر تنقید عید نمبر تقریباً ۲۰۰ صفحات کا ہے، اس مین عام مضامین کے علاوہ، عید سے متعلق مختلف مضامین، مطائبات، افسانے، ڈرامے اور نظم کا حصہ ہے، تصاویر مین سہ رنگی ۴، دو رنگی ۲، یکرنگی ۲۰، کل ۲۶ تصاویر ہین، موجودہ عید نمبر گذشتہ نمبرون سے کم نہین ہے، اب اس نے دسمبر مین اپنا سالنامہ شائع کیا ہے جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ہر طرح دلپسند اور دلکش ہے۔

دوسرا رسالہ جس نے اپنا شاندار عید نمبر شائع کیا ہے، امرتسر کا نسوانی رسالہ سہیلی ہے، اس رسالہ کی ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ اسکا حلقۂ ادارت تمام تر تعلیم یافتہ خواتین پر مشتمل ہے، مضامین مین بھی تقریباً ۵۰ فیصدی خواتین ہی کے ہین، تصاویر بھی رسالہ کی شان کے مطابق ہین، ان کی تعداد رنگین و سادہ ملا کر ۱½ درجن ہے،

رسول نمبر | اس سال رسائل مین سے صرف دو نے رسول نمبر شائع کئے، ان مین ایک جناب ملا واحدی صاحب کا نظام المشائخ دہلی قیمت عہ ہے، نظام المشائخ عالم تصوف کا ایک قدیم سنجیدہ رسالہ ہے، اور ابتدائے اشاعت سے ہر سال یہ نمبر شائع کرتا رہا ہے، اس سال بھی اس کا یہ نمبر اپنی دیرینہ روایات کے مطابق ہے، اس مین نظم و نثر کے ملا کر ۳۸ عنوانات ہین، دوسرا رسالہ اسی شہر کا پیشوا ہے، اس کی قیمت عہ ہے، جناب عزیز حسن صاحب بقائی رسول نمبر کے نکالنے مین خاص اہتمام کرتے ہین، ان کے مضمون نگارون مین ہندو مسلم دونون نظر

آتے ہین، اس کے ساتھ ہی وہ اس نمبر کو زیادہ دلچسپ بنانے کے لیے متعدد مقامات مقدسہ کی تصاویر اور نقشے بھی شائع کرتے ہین،

اس عید نمبر مین تازہ مضامین کے ساتھ کچھ مشہور اہل قلم کے پرانے مضامین کے مفید اقتباسات بھی شامل کیے گئے ہین،

اسی سلسلہ مین **مخزن** کے دو خاص نمبرون کا تذکرہ بھی ناگزیر ہے، اس مین سے پہلا اس کا سالگرہ نمبر ہے، اور دوسرا افسانہ نمبر، اول الذکر اپنے تنوعِ مضامین کی وجہ سے پرازمعلومات اور مؤخر الذکر اپنے خاص موضوع کے اعتبار سے اردو صحافت مین ایک مفید اضافہ ہے، ہر نمبر کی قیمت عہ ہے،

نیرنگ رامپور اپنے خاص نمبرون کی کثرت سے ممتاز ہے، جون کے رسالہ کو اس نے تنقید نمبر کے نام سے شائع کیا ہے، لیکن نفس تنقید اور اس کے ارتقائی مدارج کے متعلق ایک مضمون بھی اس مین نہین ہے، اس نمبر مین ڈاکٹر سر اقبال اور جناب اکبر الہ آبادی مرحوم کی تحریرون کے عکس بھی ہین، اس خاص نمبر کی قیمت آٹھ آنہ (۸؍) ہے،

افغانستان اس گئی گذری حالت پر بھی ہندوستان مین فارسی زبان تمام مشرقی زبانون سے زیادہ پڑھی اور سمجھی جاتی ہے، حبل المتین کلکتہ کے "گہے پیدا و دیگر دم نہان است" صحیفہ کے علاوہ کوئی دوسرا فارسی رسالہ یا اخبار ہندوستان مین موجود نہین، افغانستان کے گذشتہ دورِ فساد و انتشار نے یہ موقع بہم پہنچایا کہ ہندوستان سے ایک فارسی اخبار موجودہ فارسی زبان مین شائع کیا جائے، چنانچہ لاہور سے آقا مرتضیٰ احمد خان افغان نے ایک پانزدہ روزہ اخبار افغانستان شائع کرنا شروع کیا ہے، اس کو افغانستان سے وہی نسبت ہے جو حبل المتین کو ایران سے ہے، امید ہے کہ اس ہمسایہ ملک کی سیاسیات سے واقفیت پیدا کرنے کے شائقین اور فارسی زبان سے ذوق رکھنے والے اصحاب، اور عام مسلمان اس کے خریدار بنینگے، ہمارا خیال ہے کہ اگر یہ افغانستان، افغانستان سے نکل کر دوسرے ادبی، اخلاقی، تعلیمی عوالم مین قدم رکھے تو اسکولون اور کالجون کے طلبہ اس سے فائدہ اٹھائین گے، اور اس اخبار کی دیرپا زندگی کی بھی ضمانت ہوگی، قیمت سالانہ صہ مرتبہ:

لاہور،

"ن"

مطبوعاتِ جدیدہ

قاعدہ و کلیہ قاعدہ مرتبہ جناب شیخ چاند بھائی صاحب بی اے، صفحہ ۳۲ و ۶۰، قیمت ۱؍ و ۲؍ مرتبہ:- راج کمار کالج راجکوٹ، کاٹھیاوار،

بچون کی ابتدائی تعلیم کی اہمیت سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا، اس وقت حروفِ تہجی اور آسان عبارت کی تعلیم کے لیے متعدد اشخاص مختلف قاعدے لکھ چکے ہین، یہ قاعدہ اسی کوشش کی ایک کڑی ہے، اس قاعدہ کو صوتی اصول پر مرتب کیا گیا ہے، اور اساتذہ کی ہدایت کے لیے کلیہ قاعدہ کے نام سے ایک الگ رسالہ شائع کیا گیا ہے، اپنے اصول کے لحاظ سے یہ ایک جدید قاعدہ ہے اور ممکن ہے کہ مفید ثابت ہو،

کنز المنافع مؤلفہ مرزا محمد جعفر صاحب صاحب رامپوری، ص ۸۵، قیمت ۸؍ مرتبہ:- شیخ جان محمد اللہ بخش تاجرانِ کتب، کشمیری بازار لاہور،

ملا عبد الواسع ہانسوی کا رسالہ درسی کتابون مین داخل ہے، پنجاب یونیورسٹی نے منشی عالم کے امتحان مین بھی اس کو شریکِ نصاب کر دیا ہے، اور اسی سبب مؤلف نے اس کا اردو مین طلبہ کی آسانی کے لیے خلاصہ کر دیا ہے، یہ خلاصہ طلبہ کو اصل کتاب سے آزاد کر دیتا ہے اور جو لوگ صرف امتحان کیلئے اسکو پڑھنا چاہتے ہین انکے لیے مفید ہے،

سیرت و کردار، مصنفہ مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب صفحہ ۷۰ قیمت ۸؍ مرتبہ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

یہ رسالہ بچون کی اخلاقی حالت درست کرنے کے لیے لکھا گیا ہے، اور ۴ ابواب پر منقسم ہے، پہلے دو باب مین مدرسہ اور کھیل کے متعلق آداب و اخلاق بتائے گئے ہین، تیسرے مین ملک و مالک کی محبت، خدمت گذاری اور وفاداری پر مختصر و مفید مضامین لکھے گئے ہین، اور چوتھا باب عام اخلاق و آداب پر مشتمل ہے، بچون کی عقل و فہم اور سن و سال کا لحاظ کر کے زبان اور موضوع بھی آسان رکھے گئے ہین، ہر باب مین مختلف موضوع ہین چنانچہ

پہلے باب مین ۱۲، دوسرے مین ۵، تیسرے مین ۴، اور چوتھے مین ۱۰ موضوع ہین، یہ رسالہ ہر بچہ کے لیے مفید، سبق آموز اور اخلاق کی درستی کا سبب بن سکتا ہی، اس رسالہ کا خط بھی جلی اور صاف ہے،

قوم پرست طالب علم، مؤلفہ جناب محمد عبد الغفار صاحب، مدھولری، صفحہ ۴۰، قیمت ۳، پتہ: مکتبہ جامعہ ملیہ، قرول باغ دہلی،

یہ ڈراما بچون کے کھیلنے کے لیے لکھا گیا ہے، اس مین متحدہ قومیت، حب وطن، ایثار، راست بازی، وفاداری اور بالآخر کامیابی کے مناظر نہایت ہی اچھے طریقے سے دکھائے گئے ہین، اور طلبہ مین یہ پاک جذبات پیدا کرنے مین یہ ڈراما یقیناً کارآمد ثابت ہوگا، لیکن اگر اس مین ارشد کو آخر وقت تک طالب علم ہی مین رکھا جاتا تو بہتر تھا، ورنہ اگر ناسمجھ کم سن لڑکون کے دلون مین ہمارے ہیرو کی پیروی کا خیال آگیا تو ان کو تعلیم کی دولت سے محروم ہونا پڑیگا، دوسرے طلبہ کے سن کو بھی واضح نہین کیا گیا ہے،

دوزخ کا کھٹکا، مصنفہ جناب مولانا حافظ احمد سعید صاحب، ص ۱۳۶، قیمت عمر، پتہ: منیجر مکتبہ علمیہ بازار بلیماران دہلی،

اب سے کچھ ماہ پہلے مولوی صاحب موصوف نے ان احادیث کو جنمین جنت کی بشارت دیگئی ہے جنت کی کنجی کے نام سے رسالہ کی صورت مین شائع کرایا تھا اور اب انھون نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جنمین عذاب دوزخ کا ڈر دلا کر لوگون کو گناہون سے روکا گیا ہے، عوام کے لیے اس کا مطالعہ بہتری کا باعث ہوگا،

پروازِ خیال، از خواجہ حمید الدین صاحب حمید لکھنوی صفحہ ۲۸۲ مجلد قیمت درج نہین، پتہ منیجر نامی پریس، لکھنؤ،

خواجہ حمید لکھنوی کے نوجوان شعراء مین ہین، پروازِ خیال انھی کی غزلون کا مجموعہ ہے، ابتدا مین جناب خواجہ عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی کا مقدمہ ہے، جس مین مصنف کے حالات کے علاوہ غیر لکھنوی زبان و شاعری پر معاندانہ بحث بھی ہے، اور اسی چیز نے خواجہ حمید کے کلام کو صرف لطفِ خیال کی بجائے نادانستہ طور پر تعصب جانبی کا سبب بنا دیا ہے، اور اگر اس پر بعض مخالفانہ تنقیدین شائع ہون تو تعجب نہین کہ اعلانِ جنگ اسی طرف سے ہوا ہے، اس قسم کا مقدمہ اصل کتاب کی اکثر خوبیون کو برباد کر دیتا ہے، خواجہ حمید لکھنؤ کے شاعر ہین، اور لکھنوی شاعری کے اکثر محاسن ان کے کلام مین موجود ہین، کہین کہین دہلی شاعری کا اثر بھی ہے، ہمکو امید ہے کہ شاعری کا ذوق رکھنے والے اصحاب اس نوجوان شاعر کی ہمت افزائی کرینگے۔ "ن"

جلد بست و پنجم ۲۵ | ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۰ء | عدد ۲

مضامین